اپریل ۲۰۰۴ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆

آگ ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟

☆

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا!
تقدیرِ اُمم کیا ہے؟ کوئی کہہ نہیں سکتا
مؤمن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا!

☆

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادیٔ دُور و دراز آید بروں

☆――――――――――☆

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد: 53
شمارہ: 4
صفر المظفر 1425ھ
اپریل 2004ء
اس شمارے کی قیمت -/30

اشاعت خصوصی

موجودہ عالمی حالات

کے پس منظر میں

اسلام — اور — پاکستان

کا

مستقبل

☆

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

کے دو چشم کشا اور جھنجھوڑنے والے **خطابات**

مجلس ادارت

حافظ عاکف سعید
○
سید قاسم محمود
○
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700، فون 03-5869501
فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org
ویب سائٹ ایڈریس: **www.tanzeem.org**
طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض احوال

عہد حاضر کے دو بڑے مصنفین مختار مسعود اور مشتاق احمد یوسفی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنی اپنی تحریر' اشاعت کے مرحلے میں ڈالنے سے پہلے' خوب سنوارتے اور مانجھتے ہیں۔ خیال کو جوہر اور لفظ کو موتی بنانے کی منجھائی میں کئی کئی مہینے اور کئی کئی برس لگ جاتے ہیں۔ تبھی ''آوازِ دوست'' اور ''زرگزشت'' جیسے شہ پارے وجود میں آتے ہیں۔ راقم السطور کو ''تنظیم اسلامی'' کے شعبہ مطبوعات سے ہفت ماہی وابستگی کے دوران بچشم خود مشاہدہ ہوا کہ ایک اور شخص ڈاکٹر اسرار احمد بھی ہے' جس کے متعلق ابھی طے ہونا ہے کہ وہ مقرر بڑا ہے یا مصنف بڑا' تاہم یہ طے ہے کہ وہ اپنی تقریر کو تحریر میں بدلنے اور تحریر کو بنانے سنوارنے اور مانجھنے میں مختار مسعود اور مشتاق احمد یوسفی سے کم نہیں ہے' بلکہ یہاں دوہری محنت کا سامنا ہے' کیونکہ تقریر کو تحریر میں بدلنے کے مراحل سخت تر ہیں۔ وہاں رف مسودہ ہاتھ سے لکھا گیا تھا' یہاں رف مسودہ آنکھوں کے سامنے اور قلم کے نیچے ابھی کئی مرحلے گزار کر آئے گا۔ خطبہ یا درس یا تقریر جو زبان سے بولا گیا اور کانوں سے سنا گیا' رف مسودہ نہیں ہے۔ تقریر پہلے آواز بند فیتے میں محفوظ کر لی جاتی ہے۔ یہ محفوظ فیتہ رف مسودہ نہیں ہے۔ فیتے سے تقریر کا ایک ایک جملہ' ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاغذ پر اتارا جاتا ہے۔ یہ ہے رف مسودہ' لیکن اس میں آواز کا زیر و بم تو ہے' لیکن ہاتھوں کی وہ حرکات' آنکھوں کے وہ اشارے' ابرو کی وہ جنبشیں اور زبان کے وہ لہجے غائب ہیں' جنہوں نے لفظ کو اظہار و ابلاغ کی صحیح راہ پر چلنے میں مدد کی تھی۔ اب کاغذ پر رف مسودہ آ گیا ہے تو اسے بار بار پڑھا جائے گا۔ الیکٹرونکس نے جو جملے ادھورے چھوڑ دیئے تھے' ان کو مکمل کیا جائے گا۔ غائب شدہ اشارات کی جگہ اعراب' کومے' ڈیش اور دوسری علامات لگائی جائیں گی۔ جو خیال ٹھیک نہیں بندھا تھا یا جو خیال دمِ تقریر حافظے سے اوجھل ہو گیا تھا' اس کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے گا۔ سیاق و سباق کو دیکھتے ہوئے متن میں جان ڈالی جائے گی۔ سوئے ہوئے فقروں کو بیدار کیا جائے گا۔ پہلے سے بیدار جملوں کو ہوشیار خبردار اور چوکس کیا جائے گا۔

''میثاق'' کے اس کتاب نما شمارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے جو دو خطابات شامل ہیں' وہ اسی کٹھالی سے گزر کر آئے ہیں۔ پہلا خطاب ۲۲ فروری اتوار کو اور دوسرا خطاب ۲۹ فروری اتوار کو قرآن آڈیٹوریم میں ہزاروں سامعین کے روبرو دیئے گئے تھے۔ ان دونوں خطابات کا معنوی تعلق دردمند افکار اور خیالات کے اُس طویل سلسلۂ مضامین سے ہے جو چھتیس برس سے' آیاتِ قرآنی کی چھاؤں میں' بڑے مدلل' واضح اور شفاف الفاظ میں پاکستان کے حکمرانوں اور عوام کو' اور امت مسلمہ کو بھی' بار بار یاد دلا رہا ہے کہ ہمارا نصب العین کیا ہے' کیا ہونا چاہئے اور ہم جا کدھر رہے ہیں۔ موجودہ دونوں خطابات درحقیقت اُسی سلسلے کی تازہ کڑیاں ہیں۔ یہاں سابقہ کڑیوں کی طرف توجہ دلانا ضروری محسوس ہوتا ہے' کیونکہ سابقہ مضامین سامنے ہوں تو تازہ کاری کی اہمیت و حقیقت صحیح معنی میں اجاگر ہو سکتی ہے:

(۱) ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ۔ کرنے کا اصل کام''۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر پہلی بار مئی ۱۹۶۸ء میں چھپی تھی۔ اب تک اس کی تقریباً چالیس ہزار کاپیاں عوام تک پہنچ چکی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے' اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور تجدید و اصلاح کا تذکرہ کس وقت ہو رہا ہے؟ جب فیلڈ مارشل ایوب خان اپنے گیارہ سالہ فوجی اور آمرانہ اقتدار کا دس سالہ جشن منا کر' اپنے ہی زوال کی خبر دے رہا تھا۔

(۲) ''استحکام پاکستان''۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ فکر انگیز تصنیف پہلی بار مارچ ۱۹۸۶ء میں اُس وقت چھپی' جب محمد خان جونیجو پاکستان کے گیارھویں وزیر اعظم کی حیثیت سے جنرل محمد ضیاء الحق کی فوجی صدارت تلے استحکامِ پاکستان کی کھوکھلی باتیں کرتے نظر آتے تھے۔

(۳) ''امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل''۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں یہ لائحہ عمل اس وقت پیش کیا گیا تھا جب تین ماہ قبل بے نظیر بھٹو کی حکومت کی بساط الٹ کر غلام اسحاق خان نے غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگران وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔

(۴) اکتوبر ۱۹۹۳ء میں نگران وزیر اعظم معین قریشی امریکہ واپسی کی تیاری کر رہے ہیں اور بے نظیر بھٹو منتخب ہو کر دوبارہ آ رہی ہیں۔ نیا سیاسی کھیل کھیلا جانے والا ہے' اور ڈاکٹر اسرار احمد لکھ کر یاد دلا رہے ہیں'' سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور

مستقبل'' اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری''۔

(۵) لیکن بے نظیر بھٹو اپنی منصبی ذمہ داریوں سے انحراف کے سبب اپنے شوہر اور اپنی حکومت سمیت' صدر فاروق لغاری کے ہاتھوں' دوبارہ رخصت ہو رہی ہیں اور ڈاکٹر صاحب بیٹھے' دل دوز انداز میں لکھ رہے ہیں: ''برعظیم پاک و ہند میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اس سے انحراف کی راہیں''۔

(۶) اکتوبر ۱۹۹۸ء سے اب تک پاکستان کی تاریخ اور جغرافئے پر جنرل پرویز مشرف اپنا تسلط و تصرف جمائے بیٹھے ہیں۔ گیارہ ستمبر کے ٹریڈ سنٹر کے انہدام کے بہانے افغانستان اور عراق میں واحد سپر پاور کا جارحانہ قبضہ' عالم اسلام کو ''کروسیڈ'' کی دھمکی' عالمگیریت کے نام پر نئے عالمی نظام کا بندوبست' اس عالمی عفریت کی کارگزاریوں اور سازشوں کا تجزیہ ڈاکٹر صاحب نے ۲۲ رفروری ۲۰۰۴ء کو اپنے خطاب میں پیش کیا' جس کا عنوان ہے: ''موجودہ عالمی حالات کے پس منظر میں اسلام کا مستقبل''۔

(۷) ''کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور کیا ابھی نجات کی کوئی راہ کھلی ہے؟'' اسلام کے بعد پاکستان کے مسائل کا محاکمہ ڈاکٹر صاحب کا خاص موضوع رہا ہے۔ اس کے خلاف یہود' ہنود اور عیسائیوں کی تازہ سازشیں' امریکہ' اسرائیل اور بھارت کا عسکری گٹھ جوڑ' پاک بھارت مفاہمت کی تازہ باتیں' مسئلۂ کشمیر کے حل کی حکایتیں اور ان کے مضمرات ـــــ ان سب مسائل و حالات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے خیالات اس خطاب' معاف کیجئے اس تحریر' میں سمو دیے ہیں۔

چھتیس برس پہلے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا منصوبہ بنانے والے اور ''کرنے کے اصل کام'' معین کرنے والے نے کس جگرے سے' کسی اور کے حوالے سے ہی سہی' یہ خبر لکھی ہوگی کہ پاکستان (خدانخواستہ) ۲۰۰۶ء میں تحلیل ہو جائے گا۔ سچی بات ہے' قارئین محترم! یہ اور اس قسم کے دل دہلا دینے والے واقعات و انکشافات پڑھتے وقت میری تو ہڈیوں کے گودے تک میں لرزاہٹ پیدا ہوگئی۔ آپ میں ہمت ہے تو پڑھ کے دکھایئے۔ اور جو دل پہ گزرے' ایک خط لکھ کر ہمیں بھی شریکِ احوال بنایئے۔

سید قاسم محمود

(رکن مجلس ادارت)

(۱)

موجودہ عالمی حالات

کے پس منظر میں

اسلام

کا

مستقبل

☆

۞ موجودہ عالمی حالات کی تین اہم سطحیں

۞ پہلی سطح: امریکہ سول سپریم پاور آف ارتھ

۞ دوسری سطح: اللہ کی بغاوت پر مبنی عالمی نظام

(i) سیاسی نظام

(ii) معاشی نظام

(iii) معاشرتی نظام

(iv) حاصل کلام

۞ تیسری سطح: مذہبی تصادم

(i) صہیونیوں کا پروگرام

(ii) عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے پروگرام

(iii) تمام عیسائیوں کا مشترک ایجنڈا

۞ اسلام کے نظام عدلِ اجتماعی کے قیام کے جذبے کا تاریخی پس منظر

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم:٤١)

موجودہ عالمی حالات کی تین اہم سطحیں

موضوع کے حوالے سے ہمیں سب سے پہلے یہ معین کرنا ہے کہ موجودہ عالمی حالات کیا ہیں! کوئی بھی شخص جب عالمی حالات کے بارے میں سوچتا ہے‘ کچھ غور کرتا ہے اور مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ نقشہ ضرور بنتا ہے کہ آج کل عالمی سطح پر کیا حالات ہیں۔ اس حوالے سے جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اسے میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک اس کی تین سطحیں ہیں۔

پہلی سطح: امریکہ سول سپریم پاور آف ارتھ

پہلی سطح جو سب سے نمایاں ہے اور اکثر لوگوں کے علم میں بھی ہے‘ اس کے بارے میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم موضوع کے اعتبار سے اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ موجودہ دنیا یک قطبی عالَم (Unipolar World) بن چکی ہے اور یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کو اس وقت روئے ارضی کی واحد سپریم طاقت (Sole Supreme Power on Earth) کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اس کی حربی طاقت کا کوئی اندازہ ممکن نہیں ہے‘ اس لئے کہ وہ ہر موقع پر ایک نیا ہتھیار نکال کر لاتا ہے۔ اس کے ہاں ریسرچ مسلسل جاری ہے۔ افغانستان میں جب روسیوں کے خلاف جہاد ہو رہا تھا تو دنیا نے سٹنگر میزائل پہلی مرتبہ دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا‘ اس سے پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ دنیا میں ایسا میزائل بھی ہے جو سیدھے رخ پر جانے کے بجائے اپنے ہدف کا پیچھا کرتا ہے۔ پھر جب پہلی خلیجی جنگ ہوئی تو

پیٹریاٹ (Patriot) میزائل آ گیا۔اس سے پہلے اس کا کوئی تصور نہیں تھا کہ کسی حملہ آور میزائل کو فضا میں ہی تہس نہس کرنے والا میزائل ایجاد ہو چکا ہے۔عراق کا سکڈ میزائل ہو یا کوئی اور میزائل جو ایٹمی ہتھیار لے کر آ رہا ہو' اسے یہ پیٹریاٹ میزائل فضا ہی میں تہس نہس کر سکتا ہے۔ پھر افغان امریکہ جنگ کے اندر بہت سی نئی نئی چیزیں سامنے آئیں۔اب لیزر گائیڈڈ بم وجود میں آ گئے ہیں جو تیس پینتیس ہزار فٹ کی بلندی سے بھی ٹھیک نشانے پر جا کر لگتے ہیں۔اس سے پہلے تو بمباری کے لئے بمبار جہاز کو نیچے آنا پڑتا تھا' اور ظاہر بات ہے جب جہاز نیچے آتا تھا تو اس کا امکان بہرحال موجود تھا کہ وہ اینٹی ایئر کرافٹ گن کا نشانہ بن جائے' جبکہ اب اس کا سوال ہی نہیں ہے۔اب تو یہ تقریباً پینتیس ہزار فٹ کی بلندی سے لیزر گائیڈڈ بم پھینک دیتا ہے اور وہ لیزر شعاعوں کی رہنمائی میں سیدھے نشانے پر جا کر لگتے ہیں۔بہرحال یہ تو صرف چند مثالیں ہیں' ورنہ اس کی حربی قوت کا کوئی اندازہ ممکن نہیں ہے۔

پھر اس میں تکبر اس درجے بڑھ چکا ہے کہ عدل وانصاف کے مسلّمہ اصولوں کی اسے نہ کوئی فکر ہے نہ لحاظ۔اسے اب اپنے بہترین اتحادیوں کی رائے کا بھی کوئی لحاظ نہیں۔عراق کی جنگ کے خلاف امریکہ اور یورپ کے اندر وسیع ترین سطح پر مظاہرے ہوئے لیکن اس نے انہیں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی۔ یو این او ساتھ چلنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تو اس کو بھی دھکا دیا کہ بیٹھے رہو' ہم سب کچھ تنہا کرنے پر قادر ہیں۔ اس نے نئے نئے اصول بنائے ہیں۔مثلاً pre-emptive strike کا اصول بنایا ہے کہ اگر ہمیں کسی ملک کی طرف سے ذرا سا بھی اندیشہ ہو گیا کہ وہ ہمارے لئے مستقبل میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے تو ہمیں حق حاصل ہے کہ اس پر حملہ کریں' ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی ملک کی طرف سے کوئی اقدام ہو اور پھر ہم حملہ کریں۔امریکہ اپنی حربی قوت کے اعتبار سے ایک مست ہاتھی کے مانند ہے جس کا مقابلہ کرنے کی حیثیت کسی میں نہیں ہے' نہ یورپ میں' نہ جاپان میں۔ عالم اسلام کا تو ذکر ہی کیا ہے! اگرچہ اس کے ردّعمل کے طور پر دنیا کی دوسرے درجہ کی قوتیں علاقائی بنیادوں پر

اتحاد قائم کر رہی ہیں کہ امریکہ کی قطعی بالادستی کو بیلنس کیا جا سکے ـــــ تاہم یہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہیں!

دوسری سطح: اللہ کی بغاوت پر مبنی عالمی نظام

دوسری حقیقت جو رفتہ رفتہ کئی صدیوں میں پروان چڑھ کر سامنے آئی ہے وہ ایک ''اجتماعی نظام'' ہے جس نے اس وقت پورے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس اجتماعی نظام کی تین سطحیں ہیں۔ اسے یوں سمجھئے کہ جیسے کسی شخص کو جب ملیریا بخار چڑھتا ہے تو اسے سردی اتنی لگتی ہے کہ وہ ایک لحاف کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا لحاف اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہے۔ تو اس وقت درحقیقت تین لحاف ہیں جو دنیا نے اوڑھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو زمین کے نزدیک ترین ہے' یا یوں کہئے کہ جو پہلا لحاف ہے وہ ہے ''معاشرتی نظام'' اور سب سے اوپر ہے ''سیاسی نظام''۔

(i) سیاسی نظام

اب ان تینوں نظاموں کا جائزہ لیجئے۔ سب سے پہلے ''سیاسی نظام'' کو لیتے ہیں! پچھلی دو تین صدیوں کے اندر جو نظام پروان چڑھا' جو یورپ سے شروع ہوا اور پوری دنیا میں پھیل گیا اور آج پوری دنیا کے اندر اس کی حیثیت اصول موضوعہ اور accepted fact کی ہے وہ ہے ''سیکولرازم''۔ اور سیکولرازم کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اجتماعی معاملات میں کسی مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں' مذہب صرف انفرادی معاملے کا نام ہے اور اس میں ہر انسان آزاد ہے۔ لیکن مذہب صرف تین چیزوں پر مشتمل ہے' کوئی چوتھی چیز اس میں شامل نہیں ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (i) عقائد (Dogmas): سیکولرازم کی رو سے چاہے کوئی ایک خدا کو مانے' سو کو مانے یا کسی کو بھی نہ مانے' اسے آزادی حاصل ہے۔ (ii) عبادات کے معاملے میں بھی ہر شخص آزاد ہے' چاہے وہ ایک غیر مرئی (unseen) خدا کی عبادت کرے' یا پتھر کے بتوں کی پرستش کرے۔ وہ پیپل کے درخت کی پرستش کرے' سانپ کی پرستش کرے' سورج'

چاند اور ستاروں کی پوجا کرے' یا انسان کے اعضائے تناسل کی پوجا کرے' اسے کھلی آزادی ہے۔ اور جو بھی modes of worship اختیار کرنا چاہے اس کی اسے آزادی ہے۔ (iii) مذہب کا تیسرا حصہ سماجی رسومات (Social Customs) ہوتی ہیں۔ سیکولرازم میں اس کی بھی آزادی ہے کہ یہ رسومات اپنے مذہب کے مطابق ادا کرو۔ نکاح کے لئے چاہے ایجاب وقبول کی صورت اختیار کرو چاہے مندر میں جا کر پھیرے لگاؤ۔ اپنے مُردے کو چاہے دفن کرو اور چاہے نذر آتش کر دو ـــــ

البتہ سیاسی نظام میں' قانون سازی کے عمل میں کسی مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہو گا۔ گویا انسان کی اجتماعی زندگی سے اللہ کو نکال دیا گیا ہے کہ تم مسجد' مندر' سینیگاگ' چرچ' جہاں چاہو رہو' لیکن ہماری پارلیمنٹ اور ہمارے کاروباری اداروں سے تمہارا کوئی سروکار نہیں۔ ہمارے سماجی نظام سے بھی تمہارا کوئی سروکار نہیں۔ یہ ہم خود بنائیں گے' ہمیں اِس کا اختیار حاصل ہے' ہم خود حاکم ہیں' ہم عوامی حاکمیت کے اصول پر قانون سازی کریں گے' ہم انتخابات کرائیں گے' ان کے نتیجے میں جو بھی پارلیمنٹ' کانگریس وغیرہ ہوگی وہ اکثریت کے ساتھ قانون بنائے گی۔ وہ چاہے شراب پینے کی اجازت دے' چاہے اس پر پابندی لگا دے' اس کا اختیار ہے۔ لیکن یہ پابندی اس وجہ سے نہیں ہوگی کہ کسی مذہب میں اس پر پابندی ہے۔ وہ ہم جنسوں کی شادیوں کی اجازت دے تو اسے اختیار ہے' مَرد کی مَرد سے شادی اور عورت کی عورت سے شادی کے لئے وہ قانون بنا سکتے ہیں۔

گویا کہ پورے سیاسی' اجتماعی نظام سے اللہ کو بے دخل کر دیا گیا ہے کہ اس معاملے میں کسی آسمانی ہدایت کا کوئی سروکار نہیں' کسی خدائی قانون کا کوئی اعتبار نہیں' بس اس کی تلاوت کر لی جائے' اپنی اپنی مقدس کتابیں پڑھ لی جائیں' سکھ گروگرنتھ پڑھ لیں' مسلمان قرآن پڑھتے رہیں' ہندو وید' رامائین اور بھگوت گیتا پڑھتے رہیں۔ وہ بس اپنے مندروں کے اندر محدود رہیں۔ مسلمان اپنی مساجد کے اندر ماہِ رمضان میں تراویح کے دوران پورا قرآن پڑھ لیں' کوئی اعتراض نہیں' اس کا ان کو اختیار ہے'

لیکن قرآن کی شریعت واجب النفاذ نہیں ہو گی۔تو یہ نظام ہے جو آج پوری دنیا کو پورے طور سے اپنی گرفت میں لے چکا ہے۔

(ii) معاشی نظام

اس سے نیچے آئیے تو دوسرا لحاف موجود ہے اور وہ ہے معاشی نظام۔اس وقت پوری دنیا میں معاشی نظام interest based capitalism یعنی سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر قائم ہے جس میں اصل طاقت' اصل حق سرمائے کو حاصل ہے' لیبر کو نہیں۔اور سرمایہ از خود بھی بغیر کسی محنت کے کمائی کر سکتا ہے۔جیسے آپ بینک میں روپیہ رکھ دیں اور سود لیتے رہیں' اس میں آپ کی محنت کو کوئی دخل نہیں ہے۔آپ خواہ ڈاکہ ڈال کر' غبن کر کے یا کسی اور طریقے سے ایک دفعہ بینک میں قدرے بھاری سی رقم رکھ دیں تو آپ کو ہر مہینے سود ملتا رہے گا اور آپ کھاتے رہیں' آپ کو محنت کی ضرورت نہیں' کسی بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کی ایک اور چھوٹی بہن آئی اور وہ ہے جوا (speculation)' جبکہ ایک تیسری بہن آئی انشورنس کے نام سے۔ انشورنس بھی اصل میں سرمایہ داری نظام کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ بالفرض آپ نے کارخانہ لگایا ہے' چاہے ماچس فیکٹری ہی کیوں نہ لگائی ہو' آپ کا اس میں دس کروڑ روپیہ لگ گیا ہے۔اب اس ماچس فیکٹری کو زمینی و آسمانی آفات سے نقصان پہنچ سکتا ہے' مثلاً آگ لگ سکتی ہے یا سیلاب بہا کر لے جا سکتا ہے' تو اس صورت میں سرمایہ دار کا نقصان بھی ماچس کا صارف (consumer) ہی ادا کرے گا۔یعنی مالکان اس فیکٹری کا بیمہ کرائیں گے اور انشورنس کے لئے انہیں ہر مہینے یا ہر سال جو رقم ادا کرنی پڑے گی وہ اسے اپنی ماچس کی لاگت میں ڈال دیں گے۔لہٰذا صارف اس ماچس کی لاگت ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کارخانے میں لگے ہوئے سرمائے کے مستقبل کی حفاظت بھی کر رہا ہے۔تو یہ تین چیزیں مل کر ایک معاشی نظام بناتی ہیں۔

اس معاشی نظام کے خلاف کمیونزم کی شکل میں ایک بغاوت ہوئی تھی۔کمیونزم میں سود ختم ہو گیا تھا' کیونکہ اس میں انفرادی ملکیت کا تصور ہی نہیں تھا۔کمیونزم میں ہر

چیز قوم کی ملکیت تھی۔ آپ کام کریں اور اجرت لیں' آپ کا کھانے کا بندوبست حکومت کے ذمہ ہے۔ لیکن اس سے آگے آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ کوئی جماعت بنائیں' کوئی ایجی ٹیشن کریں' اپنی اجرت بڑھانے کے لئے کوئی جدوجہد کریں' کچھ بھی نہیں۔ اس نظام میں چونکہ غیر فطری انتہا پسندی تھی اس لئے یہ زیادہ دیر تک چل نہیں سکا۔ اب اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ صرف یہی ایک نظام تھا جو سرمایہ دارانہ نظام کو چیلنج کر رہا تھا۔ پچھلی صدی کے وسط میں یہ سیلاب کی طرح بڑھ رہا تھا اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام اپنے گھر کے اندر کانپ رہا تھا۔ یہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور آدھے سے زیادہ یورپ اس کے قبضے میں آ گیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ سینٹرل امریکہ میں پہنچ گیا تھا۔ کیوبا میں آج تک موجود ہے۔ پھر سوویت یونین کے علاوہ چین میں پہنچ گیا تھا' ہندوستان میں پہنچ گیا تھا' بنگال اور کیرالہ میں اس کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ سوویت یونین خلا کی تسخیر (conquest of the space) میں امریکہ سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ لہٰذا امریکہ کانپ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں امریکہ نے کروڑوں کی تعداد میں مذہبی کتابیں شائع کیں۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ خدا کے لئے قرآن پڑھو' دیکھو یہ کمیونزم تمہاری کتاب کے خلاف ہے۔ انہوں نے ''The Glorious Quran'' کے نام سے قرآن مجید کا جو ترجمہ بہت پہلے محمد مارمیڈوک پکتھال نے کیا تھا' اس کے لاکھوں نسخے شائع کر کے مفت تقسیم کئے۔ ہندوؤں کو ترغیب دی گئی کہ بھگوت گیتا پڑھو' اپنشد پڑھو۔ مجھے اسی وقت اپنشد اور گیتا وغیرہ کے انگریزی ترجمے ملے تھے جن کا میں نے مطالعہ کیا تھا۔ ان کا اس سے یہی مقصود تھا کہ یہ مذاہب کمیونزم کے راستے میں رکاوٹ بنیں۔ پھر اس کے لئے NATO' SEATO اور CENTO جیسے ادارے بنا دیئے گئے تھے' تا کہ کمیونزم کا سیلاب کسی طریقے سے رک جائے' کیونکہ یہ ان کی معیشت کے لئے تباہ کن تھا۔

امریکہ اور روس کی جنگ کوئی مذہبی جنگ نہیں تھی' اس کا مذہب سے سروکار ہی نہیں تھا۔ سوویت یونین کے راہنما بھی عیسائی تھے اور مغربی یورپ اور امریکہ کے لوگ

بھی عیسائی تھے۔ مذہبی اختلاف تو کوئی تھا ہی نہیں۔ بس اتنا ہی اختلاف تھا جتنا مسلمانوں کے مختلف مسلکوں میں ہوتا ہے کہ کچھ کیتھولک ہیں' کچھ پروٹسٹنٹس ہیں' کچھ Eastern Orthodox ہیں' کچھ Russian Orthodox ہیں اور کچھ Greek Orthodox ہیں۔لیکن تھے تو وہ سب کرسچین ہی' سب کے سب حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے' سب کے سب بائبل پڑھتے تھے۔تو مذہب کی کوئی جنگ نہیں تھی۔ پوری نصف صدی تک جو سرد جنگ چلی ہے وہ ان دو معاشی نظاموں کے مابین تھی اور بالآخر چیلنج کرنے والا نظام بیٹھ گیا اور ختم ہوگیا۔اس کے بٹھانے میں مسلمان کا خون استعمال ہوا۔افغانستان میں جہاد کے نام پر صرف افغانوں نے نہیں بلکہ دور دراز کے ممالک سے آنے والے جانبازوں نے اپنا خون دیا' جانیں دیں' جبکہ امریکہ نے صرف پیسہ خرچ کیا' سٹنگر میزائل دیئے' بڑی بڑی گاڑیاں دیں' ارب ہا ارب ڈالر دیئے۔ اور چونکہ وہ سب پاکستان کے ذریعے سے جا رہا تھا تو ہمارے جرنیلوں کے بھی وارے نیارے ہو گئے۔ ڈالروں سے بھرے ہوئے سوٹ کیسز وہ اپنے گھر بھی لے جاتے تھے۔آج ان کے بیٹوں کی جو انڈسٹریز ہیں' وہ کہاں سے آ گئیں؟ یہ جرنیل تو کبھی سائیکل پر چلا کرتے تھے' ان کے پاس کار نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے' یہ دوسرا لحاف ہے۔ پوری دنیا میں سود کی بنیاد پر بینکنگ سسٹم رائج ہے۔

(iii) معاشرتی نظام

اب نیچے آیئے! تیسرا لحاف ہے سماجی نظام' یہ ابھی پوری طرح نوعِ انسانی پر حاوی نہیں ہوا' البتہ مغرب میں حاوی ہو چکا ہے۔اس کا اصول ہے آزاد جنس پرستی' مَرد اور عورت کی مکمل مساوات' یعنی آپ جس طرح چاہیں اپنی جنسی خواہش کو پورا کریں' بس دونوں طرف سے رضامندی ہونی چاہئے' جبر نہیں ہونا چاہئے۔ زنا بالجبر قانون کی خلاف ورزی شمار ہوتا ہے' لیکن زنا بالرضا سرے سے کوئی جرم نہیں۔اس کے نتیجے میں فیملی سسٹم برباد ہوگیا' اولاد کو بھی والدین بلوغت کی قانونی عمر کے بعد گھر سے

نکال دیتے ہیں' چاہے لڑکا ہو یا لڑکی' کہ خود جا کر کماؤ اور کھاؤ' ہم پر اگر کچھ ذمہ داری تھی تو بس ایک خاص عمر تک تھی۔ ظاہر بات ہے پھر اولاد کو بھی ماں باپ کی کیا فکر ہوگی؟ چنانچہ بڑھاپے میں ماں باپ کو Old Homes میں چھوڑ آتے ہیں کہ یہاں پر کھانا پینا ملتا رہے گا' البتہ ہمیں دیکھنا نصیب نہیں ہوگا' زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے کہ کرسمس میں آ کر تمہیں اپنی شکل دکھا دیں' لیکن اکثر و بیشتر والدین کرسمس کے موقع پر بھی ترستے رہ جاتے ہیں اور انہیں اپنی شکل دکھانے کے لئے کوئی نہیں آتا۔ یہ ہے سماجی نظام' جس میں پردے کا سوال ہی کیا' شرم کا سوال ہی کیا' عزت و عصمت کا سوال ہی کیا! یہ سماجی نظام آج کم از کم آدھی انسانیت پر تو مسلّط ہو چکا ہے۔ البتہ ابھی کچھ افریقہ اور زیادہ تر ایشیا میں یہ نظام کسی درجے میں سابقہ حالت میں برقرار ہے' اگرچہ ہر ملک کا ایلیٹ (Elite) طبقہ اس نظام کو اختیار کر چکا ہے۔ یعنی اوپر کا طبقہ بے پردگی' فحاشی' عریانی' آزاد جنس پرستی اختیار کر چکا ہے۔ زیادہ طلاقیں اسی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جتنی شادیاں ہوتی ہیں ان میں اکثر جلد از جلد تحلیل ہو جاتی ہیں' طلاقیں ہو جاتی ہیں' خاندانی نظام چلتا ہی نہیں۔ یہ ہے تیسرا نظام۔

البتہ مشرقی ممالک میں ابھی شرم و حیا کا کچھ عنصر جو باقی ہے اور خاندانی نظام کسی حد تک برقرار ہے تو مغرب کی طرف سے ایک زبردست تحریک چل رہی ہے کہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے' یہ بھی ہم جیسے ہو جائیں' ان میں بھی لبرل ازم اور روشن خیالی آ جائے کہ اگر میری بیوی زنا کر رہی ہے تو کیا ہے! اس کی مرضی ہے۔ میری بیٹی آوارہ ہو گئی ہے تو مجھے کیا! وہ اپنے مستقبل کو خود خراب کر رہی ہے' اسے شادی کے لئے مَرد نہیں مل سکے گا' وغیرہ وغیرہ۔ یہ لبرل ازم ہے' روشن خیالی ہے' یہ عورتوں کی آزادی ہے۔ یہ کیا کہ خاندانی نظام میں بیوی' شوہر کے تابع ہو؟ وہ دونوں برابر ہیں! اور جب دونوں برابر ہیں تو ''میں بھی رانی تو بھی رانی' کون بھرے گا پانی'' کے مصداق شادی کا بندھن' خاندانی بندشیں اور اخلاقی جواز کا معاملہ سب کچھ بے معنی ہے۔ چنانچہ آپ کے علم میں ہوگا کہ ۱۹۹۴ء میں قاہرہ میں بہبود آبادی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کا ایجنڈا یہی عورت

کی آزادی تھا۔ پھر ۱۹۹۵ء میں بیجنگ کانفرنس ہوئی۔ ان کانفرنسوں کا مقصد یہ تھا کہ ایشیا اور افریقہ میں اگر خاندانی نظام کا کچھ تقدس باقی ہے' کوئی شرم وحیا اور عفت و عصمت کے تصورات باقی ہیں' خاندانی نظام کا کوئی سٹرکچر باقی ہے تو اس کو ہدف بنا کر ختم کیا جائے۔

اس کے بعد جون ۲۰۰۰ء میں بیجنگ پلس فائیو کانفرنس یونائیٹڈ نیشنز کی جنرل اسمبلی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی اور اس میں جو فیصلے ہوئے ان میں پہلے نمبر پر یہ ہے کہ prostitution (طوائفانہ زندگی) کو بھی ایک قابل احترام پیشہ مانا جائے گا۔ اس کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ایک مزدور بھی تو کمائی کے لئے اپنی قوتِ بازو کو استعمال کرتا ہے۔ اگر وہ کسّی چلا رہا ہے' اینٹیں ڈھو رہا ہے تو آخر اپنے بازوؤں کی قوت استعمال کر رہا ہے' اسی طرح ایک عورت بھی کمائی کے لئے اپنے جسم کا ایک عضو استعمال کرتی ہے تو فرق کیا ہوا؟ دوسرے نمبر پر ہم جنس پرستی ہے' یعنی gays اور lesbians کے ہم جنسی تعلق کو بھی ایک normal orientation سمجھا جائے۔ ان کے نقطہ نظر سے یہ تو مزاج کی بات ہے' کوئی اپنے مزاج کے اعتبار سے مخالف جنس سے اپنی شہوانی خواہشات کی تسکین کرتا ہے اور کوئی اپنے ہم جنس سے شہوانی خواہش پوری کر لیتا ہے تو اِن میں کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔ پھر یہ کہ عورت اور مَرد بالکل برابر ہیں' ان کو وراثت میں برابر حصہ ملے گا' عورت کو بھی طلاق کا برابر حق حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہے مَرد کو طلاق دے دے' خلع کا کوئی تصور نہیں کہ عورت کسی بالاتر ادارے کے ذریعے سے ہی خلع حاصل کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ پنچایت وغیرہ کو قائل کرے کہ ان اسباب کی بنا پر اب وہ اس شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتی' بلکہ وہ جب چاہے مَرد کو طلاق دے دے۔ پھر یہ کہ گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر وہ اپنے شوہر سے اجرت طلب کر سکتی ہے' کیونکہ وہ ایک طرح سے اس کی مزدور ہے۔ وہ گھر میں رہ کر کام کر رہی ہے تو اس کو اس کی مزدوری کا صلہ ملنا چاہئے۔ اگر وہ حمل کی تکلیف گوارا کرے اور بچے کی ولادت کا دکھ اور تکلیف برداشت کرے تو اس پر بھی وہ

اجرت لے سکتی ہے۔شوہر کواس کی بھی قیمت اور مزدوری دینی پڑے گی۔

تو یہ ہے وہ ایجنڈا جس کو سامنے لایا جا رہا ہے اور اس کو بہت خوبصورت نام دیا گیا ہے"Social Engineering"—— کہ ہمیں سماجی نظام کی ایک نئی تعمیر کرنی ہے۔جیسے کسی بوسیدہ عمارت کو گرا دیا جائے تو ظاہر بات ہے کہ اب ماہرین تعمیرات چاہئیں جو نئی بلڈنگ کا نقشہ بنائیں' پھر کنٹریکٹر چاہئیں جو اس کی تعمیر نو کریں۔تو یہ سوشل انجینئر نگ کا پروگرام ہے جو پوری دنیا کے نمایاں ترین اور اہم ترین ادارے یونائیٹڈ نیشنز کی جنرل اسمبلی نے پاس کیا ہے اور اس پر دستخط کرنے والے ممالک میں اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی شامل ہے۔ چنانچہ اس ایجنڈے کی طرف پاکستان سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ جا رہا ہے۔اس میں ہر سطح پر عورتوں کو ۳۳ فیصد نمائندگی دی جا رہی ہے۔ یونین کونسل ہو' لوکل باڈیز ہوں' صوبائی اسمبلیاں ہوں' ڈسٹرکٹ بورڈز ہوں' سٹی گورنمنٹس ہوں' نیشنل پارلیمنٹ ہو یا سینٹ ہو' ہر جگہ عورتوں کو ۳۳ فیصد نمائندگی دی جاتی ہے۔اس طرح اس دوڑ میں ہم سب سے آگے نکل گئے ہیں' جبکہ پوری دنیا میں کسی سیکولر جمہوریت میں بھی ایسا نہیں ہے۔ بھارت دنیا میں سیکولر جمہوریت کا معجزہ قرار پاتا ہے' کیونکہ وہاں کے رہنے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور پھر وہ ملٹی نیشنل' ملٹی ایتھنک اور ملٹی لنگوسٹک ملک ہے۔ہم تو گن بھی نہیں سکتے جتنی زبانیں وہاں ہیں۔ ہر صوبے' ہر سٹیٹ کی اپنی زبان ہے' لیکن وہاں سیاسی نظام جمہوریت کے تحت چل رہا ہے۔ مارشل لاء کا آج تک سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ سال کے لئے ایمرجنسی عائد کی گئی تھی اور ایمرجنسی بھی دستوری ہوتی ہے' وہ ماورائے دستور نہیں ہوتی کہ کوئی جرنیل آیا اور اس نے دستور کو اٹھا کر پھینکا' اپنا پی سی او بنایا اور ججوں تک سے اس کا حلف لے لیا۔ بھارت جیسے ملک میں ایسا آج تک نہیں ہوا ہے' اس لئے جمہوریت کا جو سب سے اونچا لحاف ہے بھارت کو اس کا معجزہ مانا جاتا ہے۔لیکن وہاں بھی کہیں عورتوں کی نمائندگی اس معنی میں نہیں ہے۔ ہاں عورتیں الیکشن لڑ سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی یہی نظام تھا۔ چنانچہ بیگم عابدہ حسین الیکشن

لڑتی تھیں‘ کیونکہ وہ زمیندار ہے‘ جاگیردار ہے۔ اسی طرح بے نظیر بھٹو الیکشن لڑ کر آتی تھیں‘ لیکن عورتوں کے لئے علیحدہ سیٹیں نہیں تھیں۔ اور پھر اس وقت یونائیٹڈ نیشنز اور باہر کی حکومتیں NGOs کو پیسے دے رہی ہیں اور NGOs اس ملک میں نیا نظامِ تعلیم لا رہی ہیں‘ جس میں زیادہ توجہ عورتوں پر ہے تا کہ ان کے اندر یہ شعور پیدا ہو کہ ہم محکوم ہو کر کیوں رہیں!

تو یہ تیسرا معاملہ ہے جو مغرب میں تو اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے‘ یہاں تک کہ تین سال پہلے بل کلنٹن نے اپنے ایک سالانہ خطاب میں کہا تھا ’’عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حرام زادوں پر مشتمل ہو گی‘‘۔ اس نے حرام زادہ کے لئے bastard کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا بلکہ لفظ تھا: ’’born without any wed lock‘‘ یعنی بغیر اس کے کہ عورت اور مَرد کے مابین شادی کا بندھن ہو‘ اولاد ہو رہی ہے۔ اسی کو ہم حرامی کہتے ہیں۔ خود یہودی اسی معنی میں (معاذ اللہ‘ ثم معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو bastard کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت مریم سلامٌ علیہا کا یوسف نجار سے شادی کے لئے رشتہ تو ہو چکا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی‘ اس سے پہلے وہ جنسی تعلق قائم کر بیٹھے جس سے یسوع مسیح کی پیدائش ہوئی۔ معاذ اللہ‘ ثم معاذ اللہ‘ نقل کفر کفر نباشد!

(iv) حاصل کلام

اب ان تینوں کو جوڑیئے۔ اس وقت صورتِ واقعہ یہ ہے کہ اڑھائی لحاف تو پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکے ہیں‘ تیسرا لحاف ابھی تک پورے طور پر مغرب میں تو implement ہو چکا ہے‘ لیکن اب سپریم پاور امریکہ کی پوری طاقت استعمال ہو رہی ہے کہ یہ نظام پوری دنیا میں آ جائے۔ وہ کہتے ہیں ہم ایشیا کو modernize کرنا چاہتے ہیں‘ یعنی وہاں سیکولر سیاست گہری ہو جائے۔ عرب میں شریعت کی بنیاد پر کچھ قوانین نافذ ہیں‘ ایران نے شریعت کی بنیاد پر کچھ قوانین نافذ کئے ہوئے ہیں تو یہ تو سیکولرازم کی نفی ہو گئی‘ لہٰذا ان سب کو ختم کیا جائے۔ افغانستان میں

مذہب کی بنیاد پر ایک قانونی ڈھانچہ کھڑا ہو رہا تھا تو ہم نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا' اور''Nip the evil in the bud'' کا معاملہ کیا۔اب باقی ساری قوتیں پوری دنیا میں بھی اسی نظام کو لانے پر صرف ہوں گی۔

ان تین لحافوں کا میں اب ایک نتیجہ نکال رہا ہوں۔نوٹ کیجیے کہ مذہب کے خلاف اتنی بڑی بغاوت آج تک نہیں ہوئی۔اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ گمراہی کیا تھی! تصور یہ تھا کہ ایک بڑا خدا تو ہے'اس میں تو کوئی شک ہے ہی نہیں' البتہ اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خدا بھی ہیں جو اس کے معاون ہیں' اس کے پیارے اور لاڈلے ہیں' اس کے بیٹے یا بیٹیاں ہیں' لٰہذا ان کی شفاعت (intercession) سے ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔چنانچہ ان کی مورتیاں بنا کر پوجو' ان کی ڈنڈوت کرو' عزت کرو' چڑھاوے چڑھاؤ تاکہ یہ بڑے خدا کے ہاں ہمارے شفیع ہو جائیں۔قرآن مجید میں مشرکوں کا قول نقل ہوا ہے: ﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (یونس:۱۸) ''وہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے''۔تو خدا کا انکار کہیں نہیں تھا۔آپ کو معلوم ہے یورپ میں دو ہی تہذیبیں تھیں جو تہذیب کے نام پر ابھری ہیں' ایک یونانی تہذیب اور دوسری رومی تہذیب۔اور دونوں میں God جو بڑی "G" سے لکھا جاتا تھا' ایک ہی تھا' جس کی تین صفات یہ تھیں کہ وہ omniscient' omnipotent اور omnipresent ہے۔یعنی وہ ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ہے' ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ہے' اور ﴿هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو''۔اسی طرح انڈیا میں مہادیو ایک ہے' البتہ دیویاں اور دیوتا بے شمار ہیں۔لیکن وہ مہادیو کے ہم پلہ تو نہیں سمجھے جاتے۔رومی اور یونانی تہذیب کے gods and godesses بھی اس بڑے God کے ہم پلہ نہیں تھے۔جیسے ہم کہتے ہیں: ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ''کوئی بھی اس کا ہم پلہ اور مدمقابل نہیں ہے''۔عرب میں ''اللہ'' ایک ہی تھا' البتہ آلِهَة بہت سے تھے۔لیکن آج دنیا میں جو یہ بغاوت ہوئی ہے کہ اللہ کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر دیا گیا ہے کہ جاؤ مسجد' سینیگاگ' چرچ وغیرہ میں

رہو لوگ وہاں آ کر تمہاری پوجا کریں گے' اس کے علاوہ نہ ہمارے گھر میں تمہارا عمل دخل ہوگا' نہ ہماری مارکیٹوں اور بینک میں کہیں تم داخل ہو سکتے ہو' نہ ہماری سیاست اور ریاست میں' نہ پارلیمنٹ میں' نہ سینٹ میں اور نہ ہماری عدالت میں' اس پر قرآن مجید کے یہ الفاظ صادق آتے ہیں: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''بحر و بر میں فساد رونما ہو گیا ہے''۔ ویسے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس نظام کے آنے کے بعد ہی پچھلی صدی میں دنیا میں دو عظیم ترین عالمی جنگیں ہوئیں جن میں کروڑوں انسان قتل ہوئے۔ یہ ''پہلی عالمی جنگ'' اور ''دوسری عالمی جنگ'' کے نام سے جانی جاتی ہیں' لیکن اس سے قطع نظر فساد سے درحقیقت مراد ہے اللہ کے خلاف بغاوت۔ جیسے کہ قرآن مجید میں منافقین کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۱)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔''

اصل میں منافقین کا موقف یہ تھا کہ بھئی قریش سے کیوں جنگ مول لے رہے ہو؟ تمہاری مت ماری گئی ہے' ایک دیو کے ساتھ ٹکرانا چاہتے ہو؟ صلح و صفائی سے کام لو۔ دشمن کو مارنا بھی ہے تو گڑ دے کر مارو! وہ جنگ کے خلاف تھے' کیونکہ اس میں جان جانے کا اندیشہ ہے' نیز مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ان کے اس طرزِ عمل کو فساد فی الارض کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم کچھ اور ہے اور یہ کچھ اور کہہ رہے ہیں' اپنی ڈفلی بجا رہے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف تم بات کرو گے تو یہ فساد ہے۔ آج پوری دنیا اس فساد کی گرفت میں ہے۔ اور یہ فساد کیوں برپا ہوا ہے؟ اسی آیت میں آگے فرمایا گیا ہے: ﴿بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے''۔ انسان نے خود یہ نظام بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہے کہ تم خود مختار ہو' جو کرو گے تم خود بھگتو گے اور تمہاری آنے والی

نسلیں بھگتیں گی۔ عذابِ الٰہی آئے گا تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسے گا' البتہ ہماری طرف سے تمہیں آزادی ہے' ہم زبردستی تمہیں روکیں گے نہیں کہ اس راستے پر مت جاؤ۔ اس لئے کہ زبردستی ہو تو پھر جزا اور سزا کاہے کی؟ انسان کو تو اختیار دیا گیا ہے کہ ﴿اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا﴾ (الدھر:۳) ''چاہے تو وہ شکر گزار رہے اور چاہے تو کفر کرے''۔ ایک اور جگہ فرمایا: ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ﴾ (الکھف:۲۹) ''پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔ ہم نے تمہیں اپنی پسند و ناپسند کا اختیار دیا ہے۔ تو یہ درحقیقت تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کے نتیجے میں ہوا۔ آگے فرمایا: ﴿لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں مزہ چکھائے ان کے کچھ اعمال کا''۔ سارے اعمال کا مزہ تو وہ آخرت میں چکھائے گا' جہنم میں لوگ موت مانگیں گے کہ کاش موت آ جائے لیکن موت نہیں آئے گی ﴿ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی﴾ (الاعلیٰ:۱۳) ''پھر اس جہنم میں نہ وہ مرے گا نہ جئے گا۔'' تو اصل اور پوری سزا تو تمہیں وہاں ملے گی' البتہ تمہارے کرتوتوں کی کچھ سزا ہم یہیں دے دیں گے۔ اور اس سزا کی بھی ایک حکمت ہے۔ فرمایا: ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ ''شاید کہ یہ لوٹ آئیں''۔ شاید کہ ٹھوکر کھا کر سنبھل جائیں۔ شاید کہ عذابِ الٰہی کے جھنجوڑنے سے یہ جاگ جائیں۔

میری گفتگو کا اب تک کا حاصل یہ ہے کہ یہ جو ہمارا Globe ہے اس پر تین لحاف چڑھے ہوئے ہیں۔ شرم و حیا اور عفت و عصمت تار تار ہے۔ سود' جوا اور انشورنس کی بنیاد پر سرمایہ دارانہ نظام قائم ہے اور سیکولر نظامِ حکومت ہے۔ اور اس کی چوٹی پر امریکہ بیٹھا ہوا ہے۔ بائبل میں یوحنا کا ایک مکاشفہ درج ہے کہ ''...... میں نے قرمزی رنگ کے حیوان پر جو کفر کے ناموں سے لپا ہوا تھا اور جس کے سات سر اور دس سینگ تھے' ایک عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ عورت ارغوانی اور قرمزی لباس پہنے ہوئے اور سونے اور جواہر اور موتیوں سے آراستہ تھی اور ایک سونے کا پیالہ مکروہات یعنی اس کی حرام کاری کی ناپاکیوں سے بھرا ہوا اس کے ہاتھ میں تھا......'' وہ آبرو باختہ عورت

امریکہ ہے جو آج کفر کے ناموں سے لپے ہوئے دیوہیکل حیوان کی پیٹھ پر سوار ہے۔ وہاں کی اکثریت کہتی ہے:

"We are living together but we are not married"

یعنی ہم ساتھ رہ رہے ہیں' بچے ہو رہے ہیں' لیکن ہمارے درمیان شادی کا بندھن نہیں۔ اسی بنیاد پر تو کلنٹن نے کہا تھا ''عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حرام زادوں پر مشتمل ہوگی''۔ یوحنا کی انجیل کے آخری باب مکاشفہ (Revelations) کے باب ۱۷ میں یہ مکاشفہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے اور وہاں اس آبرو باختہ عورت کے لئے کسبی (harlet) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ میرے نزدیک اس تشبیہ سے اصل مراد یہ ہے کہ اسرائیل وہ harlet ہے جو آج عیسائی دنیا کی پیٹھ پر سوار ہے' لیکن میں یہاں وہ تشبیہ امریکہ کے لئے استعمال کر رہا ہوں کہ جو اِن تین لحافوں میں لپٹے ہوئے اس کرۂ ارض پر سوار ہے۔

تیسری سطح: مذہبی تصادم

اب تیسری سطح پر آیئے۔ یہ ذرا مخفی سطح ہے' کیونکہ آج دنیا میں مذہب سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے اور یہ معاملہ خالصتاً مذہبی ہے۔ اس لئے عام طور پر تو لوگ اس کے بارے میں گفتگو بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان ایک مذہبی چپقلش بھی صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ اس مذہبی چپقلش میں سب سے فعال یہودی ہیں' جو اپنی کئی صدیوں کی جدوجہد اور محنت کے نتیجے میں عیسائی دنیا کو فتح کر چکے ہیں۔ لیکن سب عیسائی ایک جیسے نہیں ہیں۔ رومن کیتھولک نے بھی اگرچہ ہتھیار ڈال دیئے ہیں لیکن ان کے دلوں میں یہودیوں کی محبت نہیں ہے۔ آج بھی فرانس کے اندر Anti Semetism پھر سر اٹھا رہا ہے اور فرانسیسی حکومت بڑی تشویش میں ہے۔ عیسائیوں کے دلوں میں یہودیوں کے خلاف غصہ اور نفرت ہے کہ انہوں نے ہمارے خدا کے بیٹے کو سولی چڑھایا تھا' لیکن مجموعی طور پر وہ ہتھیار پھینک چکے ہیں۔ ان کا پوپ یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دیئے جانے کے الزام سے بری کر چکا ہے۔

(i) صہیونیوں کا پروگرام

اب ان یہودیوں کا پروگرام کیا ہے؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ ''ہم خدا کے برگزیدہ و چنیدہ بندے ہیں'' (We are the chosen people of the Lord)۔ پورے انسان صرف ہم ہیں۔ باقی انسانوں کو وہ Gentiles یا Goyims کہتے ہیں کہ یہ انسان نہیں ہیں' انسان نما حیوان ہیں' اور حیوانوں کا استحصال کرنا انسانوں کا حق ہے۔ آپ گھوڑے کو تانگے کے اندر جوت دیتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ آپ بیلوں کو ہل کے اندر جوت دیتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ آپ بکری' گائے' بیل' اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ہمارا حق ہے کہ ان Gentiles اور Goyims کو جس طرح چاہیں لوٹیں' جس طرح چاہیں ان سے خدمت لیں اور جس طرح چاہیں ان کا خون چوسیں۔ یہ ان کے تالمود میں ہے جو ان کی فقہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں صاف لکھا ہے کہ Gentiles کو دھوکہ دینا' ان کو لوٹ لینا' ان کا مال چوری کرنا' ان کو قتل کرنا' ان کا خون چوسنا' ان کا استحصال کرنا یہودیوں کا حق ہے۔ یہ ہے تالمود کی تعلیم۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بایں الفاظ کیا گیا ہے: ﴿قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ﴾ (آل عمران: ۷۵) ''وہ کہتے ہیں کہ اِن اُمّیین (غیر یہودیوں) کے بارے میں ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا''۔ وہ کہتے ہیں یہ اُمّیین (Gentiles) ہیں' جن کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے' کتاب تو ہمارے پاس ہے یعنی تورات' کیونکہ وہ قرآن اور انجیل کو تو مانتے نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اُمّیین کے بارے میں ہم پر کوئی پرسش نہیں ہے' ہم جو چاہیں ان کے ساتھ کریں۔ لہٰذا وہ دنیا پر ایسا غلبہ چاہتے ہیں کہ انسانیت کو حیوانیت کی سطح پر لے جائیں۔ چنانچہ ان کا بینکنگ سسٹم کے ذریعے جو معاشی پروگرام ہے' یعنی ورلڈ بینک' آئی ایم ایف' TRIPS کا معاہدہ وغیرہ' اس سے ان کے پیش نظر یہ ہے کہ پوری دنیا مزدوروں میں تبدیل ہو جائے' وہ بس کام کریں اور جو کچھ ان کی یافت ہو وہ بینک کے سود کی شکل میں ہم کھینچ لیں۔ ہمیں پوری دنیا پر حکومت نہیں کرنی' اگر ہم دنیا میں براہِ راست حکومت

کریں گے تو دنیا میں بغاوت ہوگی' محکوم ہمارے خلاف بغاوتیں کریں گے' ہم انہیں قتل کریں گے تو وہ بھی ہمیں قتل کریں گے! (آج یہودی فلسطینیوں کو قتل کر رہے ہیں تو فلسطینی بھی خودکش حملے کر کے کبھی بیس کبھی پندرہ یہودی مار دیتے ہیں) تو اس کی کیا ضرورت ہے؟ حکومت کرنے کا اصل مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ ٹیکس لینا' ریونیو اکٹھا کرنا اور بس۔ وہ ٹیکس اور ریونیو ہم اپنے بینکنگ کے نظام کے تحت لے لیں گے۔ ساری دنیا کا کاروبار بڑی بڑی ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے ذریعے ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ کبھی گلی گلی aerated water بنانے کی مشینیں لگی ہوتی تھیں۔ کسی کے پاس تھوڑا سا پیسہ ہوتا تھا تو وہ سوڈا واٹر کی بوتلیں بنا کر بیچا کرتا تھا' جبکہ اب آپ صرف ڈسٹری بیوٹر ہو سکتے ہیں۔ آپ سیون اپ' پیپسی اور کوکا کولا کے ڈسٹری بیوٹر ہو سکتے ہیں' خود تیار نہیں کر سکتے۔ پہلے کیا ہوتا تھا کہ غریب آدمی جھونپڑی کے اندر ڈھابہ کھول کر بیٹھا ہوا ہے' ایک چولہا جلا کر اس کے اوپر کچھ پکا کر بیٹھا ہوا ہے۔ اب وہ سب کچھ ختم ہو رہا ہے۔ اب فائیو سٹار ہوٹل ہیں۔ اب تو دبئی میں سیون سٹار ہوٹل بن گیا ہے جہاں کئی ہزار ڈالر ایک رات کا کرایہ ہے۔ اب تو پوری دنیا کے اندر ملٹی نیشنلز کا تسلط ہے۔ Pearl Continentals ہیں' شیرٹن کی chain ہے' ہالی ڈے ان کی chain ہے۔ یہ تو یہودیوں کا ایک پروگرام ہے کہ پوری دنیا کا معاشی استحصال کرنا ہے۔ اور اس میں اصول یہ ہیں کہ جیسے آپ گھوڑے کو تانگے میں جوت کر شام کو کچھ کمائی کرتے ہیں تو تھوڑا سا چارا' کچھ دال چنے گھوڑے کو بھی ڈالتے ہیں تا کہ وہ اگلے روز جوتنے کے قابل ہو جائے' یعنی کچھ نہ کچھ subsistence level اس کو بھی دینا پڑے گا۔ لہٰذا یہودیوں کا اصول ہے کہ تم محنت مزدوری کرو' تمہیں اجرت مل جائے گی' لیکن اس کی ملائی ہم کھینچ لیں گے۔ تو یہودیوں کا ایک پروگرام یہ ہے' جسے ان کی طرف سے گلوبلائزیشن کا نام دیا جا رہا ہے۔ اس گلوبلائزیشن کے خلاف اگر دنیا میں کہیں ردعمل ہے تو یورپ اور امریکہ میں ہے' ہمیں تو پتہ بھی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں آگاہی ہی نہیں ہے' ہماری ''جان کاری'' ہی نہیں ہے' ہمیں کیا پتہ کہ نوع

انسانی کی قسمت کے بارے میں کیا فیصلے ہو رہے ہیں۔ یہ گلوبلائزیشن کے لئے کبھی سی ایٹل (Seattle) میں جمع ہوتے ہیں تو کبھی ڈیووس (Davos) میں اور کبھی واشنگٹن میں۔ اور ہر مقام پر اس گلوبلائزیشن کے خلاف نہایت عظیم مظاہرے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ۔

"نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی!"

ان کا دوسرا پروگرام عظیم تر اسرائیل کا قیام ہے کہ ہمیں عرب دنیا کے عین درمیان میں ایک بڑی مملکت ضرور بنانی ہے۔ یہ گریٹر اسرائیل ان تمام علاقوں پر مشتمل ہو گا جہاں کبھی یہودی قومی طور پر آباد رہے ہیں۔ ویسے تو وہ اپنے دورِ انتشار (Diaspora) میں پوری دنیا میں رہے ہیں' لیکن گریٹر اسرائیل میں وہ فلسطین' شام' ترکی کا مشرقی اور جنوبی حصہ' مصر کا جوشن جو دریائے نیل کا زرخیز ڈیلٹا ہے اور عراق کے علاوہ سعودی عرب کا شمالی حصہ' جس میں خیبر ہے جہاں یہودیوں کے قلعے تھے اور مدینہ منورہ جہاں ان کے تین قبیلے آباد تھے' ان علاقوں کو شامل کرنا چاہتے ہیں اور اس کی طرف پیش رفت ہو رہی ہے۔ چنانچہ عراق کو امریکہ نے فتح کیا تو شیرون نے کہا کہ عنقریب عراق پر ہمارا قبضہ ہو گا۔

تیسری چیز جو اُن کے پیش نظر ہے وہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصّخرہ کو گرا کر تیسرا معبد سلیمانی (Third Temple of Solomon) تعمیر کرنا ہے۔ پہلا ٹیمپل حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔ ہم تو اسے مسجد کہیں گے' وہ ٹمپل کہتے ہیں۔ یہ ایک ہزار سال قبل مسیح میں بنا تھا لیکن ۵۸۷ قبل مسیح میں عراق کے بادشاہ بخت نصر نے' جس کے ہاتھوں یہودیوں کی تباہی ہوئی' اس ٹمپل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ (اسی لئے اسرائیل کو سب سے زیادہ خطرہ عراق سے تھا کہ پہلے بھی ہماری تباہی ایک عراقی بادشاہ کے ہاتھوں ہوئی تھی) پھر اسے ڈیڑھ سو برس کے بعد دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کے چالیس برس بعد رومیوں کے جنرل ٹائٹس (تیطس)

رومی نے اسے بھی گرا دیا اور ۷۰ عیسوی سے آج تک وہ گرا پڑا ہے۔ اسے تقریباً دو ہزار برس (۱۹۳۴ برس) ہو چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اب ہمیں اسے دوبارہ بنانا ہے۔ اس کی جگہ پر مسجد اقصیٰ بنا دی گئی تھی اور اس پتھر پر جہاں سے حضور ﷺ کا شب معراج میں آسمانی سفر شروع ہوا تھا اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک گنبد بنا دیا تھا' آپ بی بی سی وغیرہ پر دیکھتے ہیں کہ یروشلم سے کوئی نمائندہ بات کر رہا ہو تو پس منظر میں بہت بڑا سنہری گنبد ہوتا ہے۔ یہ قبۃ الصّخرہ (Dome of the Rock) ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ان دونوں کو ہم گرائیں گے اور اپنا تیسرا معبد تعمیر کریں گے۔

معبد کی تعمیر کے بعد وہ یہاں دو کام کریں گے۔ ایک یہ کہ جانوروں کی قربانی کا دوبارہ آغاز ہوگا۔ یہودیوں کے ہاں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے' نماز کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنی قربانی کی تھی' اور قربانی کے جانور ہیکل سلیمانی میں قربان گاہ پر قربان کئے جاتے تھے۔ ہیکل سلیمانی کے انہدام کے بعد سے وہ قربانی موقوف ہے۔ تو تیسرے معبد کی تعمیر کے بعد اس میں وہ قربانی دوبارہ شروع ہوگی۔ دوسرے یہ کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا تخت لا کر جما دیا جائے گا اور وہاں ان کے ''میسایاح'' (Messiah) (حضرت مسیحؑ نہیں) کی تاج پوشی ہوگی جس کے وہ منتظر ہیں' جس کی تورات کے اندر پیشین گوئیاں ہیں۔ درحقیقت ان پیشین گوئیوں کے مصداق حضرت مسیحؑ تھے' لیکن جب وہ آئے تو ان کو یہودیوں نے مانا نہیں' بلکہ نعوذ باللہ bastard قرار دیا' کافر و مرتد قرار دیا اور اپنے بس پڑتے سولی پر چڑھا دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھا لیا۔ لہٰذا ان کے بقول ان کے میسایاحِ منتظر کی سیٹ خالی ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق جب وہ میسایاح آئے گا تو وہ اس تختِ داوٗد پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکمرانی کرے گا۔ اس ضمن میں انہیں عیسائیوں سے کوئی اندیشہ نہیں ہے' اس لئے کہ انہیں وہ اپنی گرفت میں لا چکے ہیں' اب انہیں مخالفت صرف مسلمانوں کی طرف سے نظر آتی ہے۔ اس اعتبار سے اس وقت دنیا کے اندر مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کہیں سیاسی قوت حاصل نہ

ہونے پائے۔ یہ ہے یہودیوں کا پروگرام۔

(ii) عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے پروگرام

اب آیئے عیسائیوں کی طرف۔ عیسائیوں میں سب ایک جیسے نہیں ہیں' جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ ''وہ سب کے سب برابر نہیں ہیں''۔ جیسے ہم کہتے ہیں ۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مَرد مَرد !

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد!!

ان میں ایک پروٹسٹنٹ فرقہ ہے' جس کا امام پہلے برطانیہ تھا اب امریکہ ہے' اور یہ ایک نسل ہے جس کو WASP(White Anglo Saxon Protestants) کہتے ہیں۔ یہ سب یہود کے پشت پناہ اور مددگار ہیں' بلکہ اس وقت یہ مذہبی یہودیوں سے بھی زیادہ اسرائیل کے حمایتی ہیں۔ آج سے کوئی چھ سال پہلے یہ بات ہمیں ایک یہودی پروفیسر نے تنظیم اسلامی آف نارتھ امریکہ کے ہوسٹن میں منعقدہ کونشن میں بتائی تھی۔ اس نے ایک حیران کن بات یہ بھی کہی تھی کہ:

"Islam is the Ideal religion for whole of mankind except Jews."

گویا اس نے عیسائیت' ہندومت' ہر چیز کی نفی کی سوائے یہودیت کے۔ دوسری بات اس نے یہ کہی کہ اسرائیل کی پشت پناہی ہم نہیں' بلکہ یہاں کے عیسائی کرتے ہیں۔ اسرائیل کی ساری معیشت کا دارومدار امریکہ ہی پر ہے۔ پانچ ارب ڈالر تو انہیں ہر سال مل جاتے ہیں۔ باقی اگر کوئی کام امریکہ کہتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ ڈالر لاؤ! موجودہ بش کے باپ سے انہوں نے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے لئے دس ارب ڈالر مانگے تھے۔ اس نے ایک شرط لگا دی کہ تم فلسطینیوں کے ساتھ امن مذاکرات شروع کر دو' تب میں دوں گا۔ یہودی ناراض ہو گئے' انہوں نے پیچ و تاب کھائے' لیکن اس وقت یہ شرط ماننی پڑی۔ لیکن اس کی سزا اسے یہ دی کہ اگلے الیکشن میں وہ زیرو ہو گیا۔ اس سے دس ارب ڈالر بھی لے لئے اور اس سے اپنی شرط نہ ماننے کا بدلہ

بھی چکا لیا۔تو عیسائیوں میں ایک تو یہ پروٹسٹنٹ ہیں' خاص طور پر The Baptists اور اخص الخواص کی حیثیت سے The Evengelists جن کی امریکہ کے اندر اکثریت ہے اور وہ اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں۔ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ تیسری عالمگیر جنگ (آرمیگاڈان) جلد از جلد ہونی چاہئے' اس کے نتیجے میں گریٹر اسرائیل وجود میں آنا چاہئے' تھرڈ ٹمپل تعمیر ہونا چاہئے' جہاں تخت داوٗدؑ لا کر رکھا جائے۔ تب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نازل ہوں گے اور اس تخت کے اوپر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکومت کریں گے۔ یعنی پروگرام وہی ہے' فرق صرف یہ ہے کہ وہ اپنے میسایاح کے منتظر ہیں اور یہ اپنے حضرت مسیحؑ کے۔ یہودیوں کے خیال میں ان کا میسایاح آئے گا اور تخت داوٗدؑ پر وہی بیٹھے گا' جبکہ ان کے خیال میں حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے اور وہ تخت داوٗدؑ پر بیٹھیں گے۔

اس تخت داوٗد کا پس منظر بھی سمجھ لیجئے۔ حال ہی میں مجھے اس کے مطالعے کا موقع ملا۔ یہ ایک پتھر تھا جس پر حضرت داوٗد علیہ السلام کی تاج پوشی (Coronation) ہوئی تھی۔ پھر اسی پتھر پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاج پوشی ہوئی۔ وہ پتھر اُن کے ہاں چلا آ رہا تھا۔ ۷۰ عیسوی میں جب رومی جنرل ٹائٹس نے ہیکل سلیمانی تباہ کیا تو وہ اس پتھر کو روم لے گیا۔ روم سے وہ پتھر آئرلینڈ چلا گیا جو بہت بڑی کیتھولک آبادی ہے۔ (آج بھی آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹس کے اندر جنگ ہو رہی ہے۔) وہاں سے وہ پتھر چودہویں صدی عیسوی میں انگلینڈ آیا تو اسے تخت کی صورت دے دی گئی۔ یعنی تخت کی سیٹ اسی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ یہ تخت اب انگلینڈ کی پارلیمنٹ کی عمارت سے ملحقہ چرچ ''ویسٹ منسٹر ایبے'' میں رکھا ہے اور اسی پر بٹھا کر انگریز حکمرانوں کی تاج پوشی کی جاتی ہے۔ یہ روایت ابھی تک چلی آ رہی ہے۔ تو ان کا خیال ہے کہ اس معبد میں وہ تخت بھی ہم لا کر رکھ دیں گے اور پھر حضرت مسیحؑ نازل ہوں گے تو اس تخت پر تشریف فرما ہوں گے۔

اب یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ جا رہی ہیں۔ تھوڑا سا اختلاف اگر ہے تو یورپ

کی سب سے بڑی طاقت میں ہے۔ سینٹرل یورپ کی اصل قوتیں فرانس اور جرمنی ہیں' باقی چھوٹے چھوٹے ملک ہیں۔ انگلینڈ تو ویسے بھی اصل یورپ سے علیحدہ ایک جزیرہ ہے اور وہ اس وقت ہر اعتبار سے امریکہ کا ضمیمہ ہے۔ تو یہ جو اختلاف ہے کہ جرمنی اور فرانس ایک طرف ہیں اور یہ عراق کی جنگ سے علیحدہ رہے' یہ اختلاف صرف سیاسی نہیں ہے' یہ صرف اپنے آپ کو عالمی سطح پر منوانے کا مقابلہ نہیں ہے' بلکہ یہ اختلاف مذہبی بھی ہے' وہ کیتھولکس ہیں یہ پروٹسٹنٹس ہیں' اور پروٹسٹنٹس کیتھولکس کو کافر (Infidels) اور پوپ کو شیطان کہتے ہیں۔ "Trumpet" کے نام سے ان کا ایک ماہنامہ رسالہ فلاڈلفیا (امریکہ) سے نکلتا ہے' کچھ عرصہ سے میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اصل میں یورپ جو اِس وقت ایک ہو رہا ہے یہ معاملہ سیاسی نہیں مذہبی ہے اور اس میں اصل متحرک طاقت پوپ کی ہے۔ اور موجودہ پوپ واقعتاً ایسا ثابت ہوا ہے جس نے پوری دنیا میں move کیا ہے۔ اس سے پہلے پوپ اپنے گھر ویٹیکن میں بیٹھا رہتا تھا' باہر نہیں نکلتا تھا' جبکہ یہ پوپ شدید ترین بڑھاپے کے باوجود دنیا بھر کے سفر کر رہا ہے۔ یہ مقدس رومی سلطنت (Holy Roman Empire) کا دنیا میں دوبارہ احیاء کرنا چاہتا ہے' جو پورے یورپ' شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے بہت سے علاقوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اور یورپ کی یہ قوتیں چاہتی ہیں کہ فلسطین کو فتح کریں' یعنی اسرائیل بھی ختم کریں اور فلسطینی سٹیٹ بھی ختم کریں اور وہاں پر ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کریں۔

''نیوزویک'' میں فلسطین کے بارے میں ایک بڑا پیارا جملہ میری نظر سے گزرا تھا:

"Too small a geography but too big a history"

اس سے پانچ ہزار سال کی تاریخ وابستہ ہے۔ یہی حضرت ابراہیم' اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کا مسکن تھا۔ چنانچہ یہودیوں کا بھی مقدس ترین مقام یہی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ یہیں پیدا ہوئے' یہیں یہودیوں کے بقول سولی چڑھے۔ یہیں انہوں نے گلیلی اور مختلف علاقوں میں تبلیغ کی' یہیں وہ کوہِ زیتون ہے جس پر آپؑ نے

اپنا تاریخی وعظ Sermon of the Mount کہا۔ لہٰذا یہ عیسائیوں کا بھی بہت محترم مقام ہے۔ مسلمانوں کا بھی یہ مقدس مقام ہے اور وہ اسے تیسرا حرم کہتے ہیں۔ پہلا حرم مکی ہے' دوسرا حرم مدنی ہے اور تیسرا ''الحرم الشریف'' مسجد اقصیٰ ہے۔ یہیں سے حضرت محمد ﷺ کا آسمان کی طرف معراج شروع ہوا تھا۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ واقعتاً بہت چھوٹا سا خطہ ہے' اس کا رقبہ محض ہماری سابقہ ریاست بہاولپور کے برابر ہو گا' لیکن تاریخ اور مذاہب کے confluence کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا یہودیوں' پروٹسٹنٹ عیسائیوں اور کیتھولک عیسائیوں کے اپنے اپنے نقشے اور منصوبے ہیں۔ عیسائیوں نے انڈونیشیا کے جزیرے تیمور کو تقسیم کرا کر وہاں ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کی ہے۔ نائجیریا میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں جو شدید ترین فسادات ہوئے ہیں وہاں بھی عیسائیوں کا اصل مقصد ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کرنا ہے۔ ماہنامہ ''ٹرمپٹ'' میں ایک عنوان قائم ہوا ہے: ''The Last Crusade''۔ پروٹسٹنٹس کا یہ الزام ہے کہ آخری کروسیڈ اب ہونے والا ہے۔ اب ساری یورپی قوتیں جمع ہو کر حملہ کریں گی اور فلسطین میں عیسائی حکومت قائم ہو جائے گی۔ آپ نوٹ کیجئے پہلی صلیبی جنگیں دوسرے ملینیم کے آغاز میں شروع ہوئی تھیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے ایک ہزار سال بعد پہلا ملینیم ختم ہو گیا اور دوسرا ملینیم ۱۰۰۱ء سے شروع ہو گیا۔ دوسرے ملینیم کے شروع میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا اور ۱۰۹۹ء میں انہوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ اب ۲۰۰۱ء سے تیسرا ملینیم شروع ہوا ہے اور یہ آخری کروسیڈ ہو گا کہ یورپ کی رومن کیتھولک قوتیں فلسطین پر حملہ آور ہوں گی اور یہاں ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کرنا چاہیں گی۔

(iii) تمام عیسائیوں کا مشترک ایجنڈا

اس ضمن میں ایک بات مزید نوٹ کر لیں کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹس کا آپس میں خواہ کتنا ہی مذہبی اختلاف ہو' اور فرانس اور جرمنی کا سیاسی اور عسکری اعتبار سے امریکہ سے کتنا ہی اختلاف ہو' ایک چیز پر وہ متفق ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے پورے

فلسطین کو مسلمانوں سے آزاد کرانا ہے اور دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کے دماغ میں جو یہ خناس پیدا ہو گیا ہے کہ ہمارا ایک نظام ہے جس کو ہم قائم کریں گے' اس خناس کو واش آؤٹ کرنا ہے۔ اس پس منظر میں اب آپ ایک بات سوچئے! بہت اہم بات ہے۔ امریکی مفکرین کہتے ہیں:

"We are not against Islam, we are not going to war against Islam, we want a war within Islam."

اس کا کیا مطلب ہے؟ درحقیقت اسلام دو ہیں۔ اسلام کا ایک مذہبی تصور ہے کہ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں' اس کی نماز پڑھتے ہیں' اس کے حکم پر روزے رکھتے ہیں' اس کے حکم کے مطابق حج و عمرہ کرتے ہیں' جن کو اللہ توفیق دے وہ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ ان کے کچھ عقائد ہیں' کچھ تقاریب ہیں' عیدیں ہیں' یعنی عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر۔ پھر ان کے کچھ سماجی رسوم و رواج ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو عقیقہ کرتے ہیں' شادی کرنی ہو تو نکاح ہوتا ہے اور کسی کے مر جانے پر اسے جلاتے نہیں بلکہ دفن کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ شراب نہیں پیتے' سور نہیں کھاتے۔ یہ مذہب ہے۔ جبکہ ایک اسلام ہے بطورِ دین۔ اس کا ایک سیاسی نظام ہے' ایک معاشی نظام ہے' ایک سماجی نظام ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ہماری ساری جنگ اسلام بطورِ دین کے خلاف ہے' اسلام بطورِ مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا کسی حد تک درست ہے کہ ہم مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہیں' اور اس کی وہ گواہیاں دیتے ہیں کہ دیکھو تم یہاں آتے ہو اور کالوں اور گوروں کو مسلمان کر لیتے ہو' ہم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ تم یہاں آ کر ہمارے چرچ اور سینیگاگ خریدتے ہو اور مسجد بنا لیتے ہو' ہم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ تم نمازیں پڑھتے ہو' ہم نے اعتراض نہیں کیا۔ یہ ضرور ہے کہ آپ کام کے اوقات میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ البتہ ان میں کچھ لوگ اتنے considerate ہوتے ہیں کہ کام کے اوقات میں بھی وہ وقت دے دیتے ہیں کہ ظہر یا عصر کی نماز پڑھ لو' ورنہ عام مسلمان وہاں مجبور ہے۔ چنانچہ ایک گھنٹہ کا جو دوپہر کے کھانے کا وقفہ ہوتا ہے اسی میں وہ ظہر اور عصر پڑھ لیتے ہیں اور پھر گھر جا کر مغرب اور عشاء ادا کرتے ہیں۔ لیکن بہرحال ان کا موقف یہ

ہے کہ تمہاری نماز پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ روزے رکھتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسلام بطور مذہب سے تو ہماری جنگ نہیں ہے۔ بلکہ ہم رمضان میں وائٹ ہاؤس میں افطاری بھی دے دیں گے اور بہت سے لوگوں کو بلالیں گے کہ آؤ روزہ افطار کرو۔ اور عید کے موقع پر کوئی یادگاری ٹکٹ بھی جاری کر دیں گے۔ تو اس اسلام سے ان کی کوئی جنگ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ'' We are ready to embrace it '' اس لئے کہ سیکولرازم کا اصول ہی یہ ہے۔ سیکولرزم لا مذہبیت نہیں ہے' لادینیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سیکولر ملک میں تمام مذاہب رہ سکتے ہیں۔ ہندو اور سکھ وہاں ٹمپل اور گوردوارے بنا سکتے ہیں' وہاں تمام مذاہب کو کھلی اجازت ہے۔ ان کی طرف سے آزادی ہے کہ چاہے ایک خدا کو پوجو' ہزار کو پوجو' درختوں کو پوجو' سانپ کو پوجو' بتوں کو پوجو' جس کو چاہو پوجو۔ چاہے ٹمپل بناؤ اور اس میں جو چاہو بھجن گاؤ' چاہے گروگرنتھ کے سامنے ماتھا ٹیکو' انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح اسلام بطور مذہب سے بھی ان کی کوئی جنگ نہیں ہے۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہم اسلام کو بطور دین کبھی برداشت نہیں کر سکتے' اس کو ہم نے ختم کر کے دم لینا ہے۔

نوٹ کر لیجئے کہ پچاس برس تک عالمی طاقتوں کی جو سرد جنگ چلی ہے وہ مذہب کی بنیاد پر نہیں تھی' نظام کی بنیاد پر تھی' یعنی سرمایہ دارانہ نظام بمقابلہ اشتراکی نظام۔ اشتراکی نظام میں انفرادی ملکیت کے بجائے قومی ملکیت کا تصور تھا' لہٰذا اس میں سود کا بھی خاتمہ تھا۔ تو آج اصل میں مغرب کی جنگ دین اسلام کے خلاف ہے جو طے کی جا چکی ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں'' War within Islam '' یعنی وہ مذہبی تصور والے عناصر کو اسلام کو بطور دین ماننے والوں اور نظام کی بات کرنے والوں کے ساتھ ٹکرا دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے علماء کی اکثریت اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے جانتی ہے' دین کی حیثیت سے اسلام ان کے سامنے ہے ہی نہیں۔ تبلیغی جماعت بھی اسلام کو مذہب کے طور پر مانتی ہے۔ ان کے پیش نظر انفرادی ترجیحات مثلاً نماز' روزہ' ڈاڑھی' ٹخنوں سے اوپر شلوار وغیرہ ہیں۔ ان کو نظام سے کوئی بحث نہیں' نظام کوئی بھی

ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ مذہبی لوگ نظام کے علمبرداروں کو crush کر دیں' لٰہذا وہ مذہبی لوگوں کی حمایت کریں گے۔ اس سے انہیں دو مقاصد حاصل ہو جائیں گے۔ ایک تو مذہبی لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ مذہب کے خلاف تو ہیں ہی نہیں۔ وہ سوچیں گے کہ خواہ مخواہ کچھ لوگ ہمیں بہکاتے ہیں' یہ اسلام کے خلاف کہاں ہیں؟ ہوسکتا ہے وہ مسجد بنانے کے لئے آپ کو عطیات دے دیں' ان کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تبلیغی جماعت کے وفود امریکہ میں چکر لگائیں انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وفود نظام کی بات نہیں کرتے۔ اور نظام کی بات کون کرتے ہیں؟ یہ میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ ذرا سمجھ لیں۔

اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کے جذبے کا تاریخی پس منظر

اصل میں ہوا کیا ہے! آج سے نصف صدی قبل تک' کہیں سو برس سے' کہیں دو سو برس سے اور کہیں تین سو برس سے یورپ کی نوآبادیاتی طاقتیں عالمِ اسلام پر قابض تھیں۔ ہمارے ہاں انگریز تھا' ملایا وغیرہ کے اندر ولندیزی تھے' مصر اور عراق میں بھی انگریز تھے' شام میں فرانسیسی تھے' لیبیا میں اطالوی تھے۔ ان استعماری طاقتوں نے ہمیں دبایا ہوا تھا۔ اور اُس وقت ہمیں جو آزادی تھی وہ صرف مذہبی آزادی تھی' دین کی آزادی نہیں تھی۔ دین تو اُن کا تھا' پینل کوڈ ان کا تھا' تعزیرات ان کی تھیں' فوجداری قوانین ان کے تھے۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے ہمارے ساتھ یہ رعایت کی تھی' اور یہ بہت بڑی رعایت تھی' کہ تم اپنے عائلی قوانین پر عمل کر سکتے ہو۔ یعنی نکاح جیسے چاہے کرو' طلاق جیسے چاہے دو' اس معاملے میں سارے فتوے اپنے مولویوں سے لے لو' ہمیں کوئی فکر نہیں ہے' ہمارے پاس بھی اگر آئے تو ہم تم سے پوچھ لیں گے کہ تم شریعت کا حکم چاہتے ہو یا رواج کا؟ تم رواج کا کہو گے تو ہم اس کے مطابق فیصلہ کر دیں گے' شریعت کا کہو گے

تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیں گے۔ ''Mohammadan Law'' نامی کتاب ایک پارسی کی لکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح وراثت کے قانون میں آزادی تھی کہ تم مالِ وراثت صرف بیٹوں کو دینا چاہو' صرف بڑے بیٹے کو دینا چاہو یا بیٹیوں کو بھی دینا چاہو تمہیں اختیار ہے۔ وہ پوچھ لیا کرتے تھے کہ آپ وراثت کے معاملے میں شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں یا رواج کا؟ ہمارے بڑے زمیندار کھڑے ہو کر کہتے تھے ''رواج کا!'' گویا شریعت ہمیں نہیں چاہئے۔ بیٹیوں کو وراثت میں حصہ دے دیں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ رعایت بھی سیکولرزم کے خلاف ہے۔

آج امریکہ میں آپ کو اپنے عائلی قوانین (Family Laws) پر عمل کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں رہیں گے تو ان کے عائلی قوانین کے مطابق آپ کو رہنا ہوگا۔ طلاق وغیرہ کے معاملے میں جو اُن کا قانون ہے اس کی پیروی کرنی ہوگی۔ اور بھارت یہی زور لگا رہا ہے۔ بی جے پی کے منشور کا سب سے اہم حصہ CCC (Common Civil Code) ہے کہ ہندوستان کی سب قوموں کے عائلی قوانین ایک ہوں گے۔ مسلمان جب ہمارے ساتھ رہتے ہیں تو فیملی لاز ایک سے ہونے چاہئیں۔ سیکولرزم میں تو قوم ایک ہوتی ہے۔ قوم ایک ہے تو خاندانی قوانین بھی ایک ہونے چاہئیں۔ یہ کیا کہ نکاح و طلاق کے ان کے اپنے اصول ہیں؟ بہر حال انگریز نے ہمیں رعایت دے رکھی تھی کہ عائلی قوانین یعنی نکاح و طلاق کے قوانین میں تمہیں آزادی ہے' یہاں تک کہ وراثت تم اپنے قوانین کے مطابق تقسیم کر سکتے ہو۔ لیکن جب یہ نوآبادیاتی نظام تتر بتر ہونا شروع ہوا' ولندیزی ملایا (سماٹرا' جو اَب انڈونیشیا کہلاتا ہے) سے چلے گئے' انگریز نے ہندوستان سے بستر باندھا' فرانس نے شام سے بستر تہہ کیا' صدر ناصر نے برطانیہ کو اٹھا کر بحیرۂ روم میں پھینک دیا' اٹلی لیبیا سے اور فرانس مراکو سے چلا گیا' تو مسلمانوں کے ایک خاص طبقے میں ایک خیال پیدا ہوا کہ ہمارا بھی تو ایک نظام ہے۔ یہ انگریز کا لایا ہوا بھی ایک نظام تھا' فرانسیسیوں کا دیا ہوا نظام بھی ایک نظام تھا' اور ہمارا بھی ایک نظام ہے' ہم کیوں نہ اس کو نافذ کریں۔ یہ اصل میں اس آزادی کا ایک ثمرہ تھا

کہ مسلمانوں میں ایک خودآ گاہی پیدا ہوئی' اور انہوں نے اسلام کو بطور ایک دین کے سمجھا۔ لہٰذا احیائی تحریکیں ابھریں۔ انڈونیشیا میں مسجومی پارٹی' انڈو پاک میں جماعت اسلامی' ایران میں فدائین' عرب دنیا میں الاخوان المسلمون جیسی تحریکیں ابھریں۔ یہ ساری تحریکیں اس لئے اٹھیں کہ اسلام دین ہے اور دین اپنا غلبہ چاہتا ہے' ہمیں دین کو غالب کرنا ہے۔

لیکن تین عوامل تھے جن کی وجہ سے ان تحریکوں کو آج تک کہیں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ پہلا عامل یہ تھا کہ چاہے انگریز ہوں' فرانسیسی ہوں' اطالوی ہوں سب نے سو سالہ' ڈیڑھ سوسالہ دَور میں جو حکومت کی تھی اور نظامِ تعلیم رائج کیا تھا اس سے ان ملکوں کا اعلیٰ طبقہ (elite class) ان کے رنگ میں رنگا گیا' یعنی انہوں نے انہی کی تہذیب' انہی کی زبان' انہی کا لباس' انہی کا ذہن' انہی کی سوچ' انہی کا فکر اپنا لیا۔ اور جب انگریز حکومت ان کے حوالے کر کے چلے گئے تو بھی by proxy انہی کی حکومت جاری رہی۔ اور اس جتھے کے نزدیک اسلام صرف مذہب ہے' وہ اسلام بطور دین سے واقف ہی نہیں ہیں' وہ چاہے پرویز مشرف ہوں' بےنظیر ہوں یا کوئی اور ہوں۔ دوسری بات یہ کہ ان مسلمان تحریکوں نے طریق کار غلط اختیار کیا۔ دنیا میں اسلام ایک نظام کی حیثیت سے حضور ﷺ نے برپا کیا تھا اور یہ دوبارہ برپا ہوسکتا ہے تو صرف حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوسکتا ہے۔ انہوں نے سمجھا وہ تو آؤٹ آف ڈیٹ ہے' پرانا ہے' لہٰذا الیکشن میں حصہ لے کر اس سے اسلام نافذ کریں گے۔ اس میں ناکامی ہوئی تو گولی چلانی شروع کر دی کہ فلاں فلاں کو مار دو۔ چنانچہ سادات کو قتل کر دیا گیا' سادات گیا تو حسنی مبارک آ کر براجمان ہوگیا (چند روز قبل میرے پاس ایک نوجوان آیا کہ میرا دم گھٹ رہا ہے' میں چاہتا ہوں کہ پرویز مشرف کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا تمہارا دماغ خراب ہے؟ تم ایک پرویز کو قتل کرو گے کوئی اور پرویز آ کر بیٹھ جائے گا' فائدہ کیا ہوگا؟) تو کہاں تبدیلی ہوئی ہے؟ فوجی حکومت کے ذریعے سے کوئی تبدیلی ہوئی ہے؟ اس اعتبار سے اس غلط طریق کار نے ان تحریکوں کو کہیں

کامیاب نہیں ہونے دیا۔

اب ان دو اعتبارات سے اچھی طرح سمجھ لیجئے !ایک تو یہ کہ ہمارے عوام کے ذہنوں پر علماء کا جو تسلط ہے اس کے زیر اثر وہ اس تصور سے واقف ہی نہیں ہیں۔ وہ اسلام کو بطور مذہب جانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب مغربی استعمار کے بستر لپٹے ہیں تو جو نیچے حکومتیں بنی ہیں وہ انہی کے تربیت یافتہ اور تربیت دادہ لوگ تھے' چاہے وہ CSP آفیسرز تھے اور چاہے وہ بڑے بڑے لینڈ لارڈ تھے جن کے بچوں کی تعلیم مغرب میں ہوئی ہے۔ پیر پگاڑا اور اس کے بھائی کو بھی' جب ان کے والد کو پھانسی دی جا رہی تھی' انگلینڈ لے جایا گیا اور وہاں ان کی تعلیم ہوئی ہے۔ اور جتنے بھی بڑے بڑے جاگیردار ہیں ان کے بچے وہیں سے تربیت حاصل کر کے آتے ہیں! وہاں سے ان کی برین واشنگ کر دی جاتی ہے۔ اور تیسرے نمبر پر یہ کہ دینی تحریکوں کا طریق کار غلط ہے۔ انہوں نے ''ballot یا bullet'' کا راستہ اختیار کیا۔ یہ دونوں غلط راستے ہیں اور یکساں غلط ہیں۔

اس پورے پس منظر میں یہ بات واضح ہے کہ اس وقت مسلمانوں اور دینِ اسلام کا مستقبل بہت ہی تاریک ہے۔ امریکہ جیسی سپر پاور' عالمی تہذیب کے تین لحاف اور مذہبی و دینی سطح پر عیسائیت اور یہودیت کا گٹھ جوڑ اور اسلام سے دشمنی اور تیسرا اس ٹرائی اینگل کے اندر شامل ہو گیا ہے بھارت' یعنی مشرکین' ان کی قوت و طاقت' ذرائع ابلاغ پر ان کا غلبہ۔ مزید یہ کہ NGOs کے ذریعے سے نظامِ تعلیم کو جو نیا رنگ دیا جا رہا ہے' ان سب کے باعث اسلام کے بطور دین نافذ ہونے کا کم سے کم مستقبل قریب میں کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ہاں اسلام بطور مذہب باقی رہے گا' جیسے اقبال نے کہا تھا۔

ملاّ کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

دین اسلام آزاد نہیں ہوگا' مذہب اسلام موجود رہے گا۔ البتہ یہ صرف مستقبل قریب کی بات ہے' مستقبل بعید میں کیا ہونا ہے' اور ۔ ''اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے

والے۔ ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے!'' کی کیفیت کب اور کیسے پیدا ہو گی ـــــ جس کے ضمن میں قدرتِ الٰہی اور مشیتِ ایزدی نے پاکستان کو ایک اہم رول تفویض کیا تھا ـــــ جس کے آثار حالاتِ واقعی اور زمینی حقائق کی رو سے روز بروز دھندلے ہوتے جا رہے ہیں ـــــ آیا اس کے بروئے کار آنے کا ابھی کوئی امکان موجود ہے؟ ـــــ ان امور پر ان شاء اللہ آئندہ خطاب میں گفتگو ہو گی۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

(۲)

کیا پاکستان کے خاتمے کی

اُلٹی گنتی

شروع ہو چکی ہے؟

اور

کیا ابھی نجات کی کوئی راہ

کھلی ہے؟

- گزشتہ خطاب کا خلاصہ
- آج کا موضوع
- کسی ملک یا سلطنت کے خاتمے کی دو صورتیں
- پاکستان کے مستقبل کے بارے میں پیشینگوئیاں
- اس دردناک انجام کے اسباب: پہلا بنیادی اور داخلی
- دوسرا خارجی اور فوری سبب!
- نجات کی واحد راہ: توبہ!
- حکومت کی سطح پر توبہ
- عوام کی سطح پر توبہ
- بھارت کی جانب سے محبت کی پینگیں!

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:
اعوذ باللّٰہ من الشّیطٰن الرّجیم۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۞ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۞ سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۞﴾ (الاعراف:۱۷۵۔۱۷۷)

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞﴾ (التوبۃ:۷۵۔۷۷)

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۞﴾ (یونس:۹۸)

گزشتہ خطاب کا خلاصہ

پچھلے خطاب میں ''موجودہ عالمی حالات اور ان کے پس منظر میں اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل'' کے موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے۔ میں نے تین سطحوں پر عالمی حالات کا تجزیہ کیا تھا کہ سب سے اوپر اور سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ' جسے ہم عام طور پر امریکہ کہہ دیتے ہیں' اس وقت روئے ارضی پر واحد سپریم طاقت ہے۔ دنیا یک قطبی ہو چکی ہے اور امریکہ ٹیکنالوجی اور اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے اس وقت' معاذ اللہ' یہ کہنے کے لئے حق بجانب ہے کہ ''لِمَنِ الْمُلْكُ

اَلْیَوْمَ ‘‘یعنی آج کس کے ہاتھ میں اختیار ہے؟ قیامت کے دن تو جواب دیا جائے گا کہ ﴿لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ﴾ ’’اللہ کے لئے جو تنہا ہے اور قہار ہے‘‘۔ لیکن آج دنیا کی سطح پر اس کا جواب یہی ہے کہ ’’امریکہ‘‘۔

دوسرے یہ کہ ایک تہذیب نے عالمی سطح پر اس پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس کی تین سطحیں ہیں اور یہ تہذیب بے خدا ہی نہیں، خلافِ خدا ہے۔ پہلی سطح سیاسی ہے، یعنی سیکولرازم کہ ہمارے اجتماعی معاملات میں، ریاست اور حکومت کے معاملات میں، قانون سازی کے معاملات میں کسی خدا، کسی آسمانی ہدایت، کسی وحی، کسی شریعت کا کوئی دخل نہیں۔ یہ سیکولرازم آج پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔

دوسری سطح مالیاتی ہے اور پوری دنیا میں سود کی بنیاد پر بینکنگ سسٹم رائج ہے۔ یہ سود ہماری پوری معیشت کے اندر تانے بانے کی طرح بنا ہوا ہے۔ پھر اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن جُوا ہے، جو ہمارے ہاں تو بہت ہی زیادہ پھیل گیا ہے۔ ہر شے کو بیچنے کے لئے لاٹری کا پراسیس ہے۔ ویسے بھی دنیا کے اندر سٹاک ایکسچینج اور دولت کے الٹ پھیر کی بنیاد یہی جُوا ہے۔ اس نظام کا تیسرا ستون انشورنس ہے!

سماجی سطح پر بے حیائی، عریانی، فحاشی، آزاد جنس پرستی ہے۔ چاہے وہ جنس پرستی مَرد وعورت کے درمیان (heterosexual) ہو، چاہے وہ دو عورتوں (lesbians) کے درمیان ہو اور چاہے دو مَردوں (gays) کے درمیان ہو، اس کی کھلی اجازت ہے۔ خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ مغرب میں تو یہ نظام بتمام وکمال وجود میں آ چکا ہے، جبکہ مشرق کی طرف بھی یہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک سیلاب کی شکل میں اُمڈا آ رہا ہے۔ اسی کلچر، اسی تہذیب کو ہماری ساری نسل دیکھ رہی ہے اور ظاہر بات ہے اس میں چمک دمک ہے، جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

یہ جھوٹے نگینے ہیں، لیکن چمکدار تو بہت ہیں۔ یہ نظام زہر کی طرح سرایت کر رہا ہے۔

اس کے علاوہ اس تہذیب کو فروغ دینے کے لئے بین الاقوامی سطح پر بڑی عظیم کانفرنسیں ہو چکی ہیں‘ جن کا حوالہ میں دے چکا ہوں۔ عریانی و فحاشی کا یہ جو سیلاب آ رہا ہے جسے اب یونائیٹڈ نیشنز اسمبلی نے سوشل انجینئر نگ (سماجی تعمیر) کا نام دیا ہے‘ اس کا ہدف بھی شمالی افریقہ اور خاص طور پر ایشیا کے مسلمان ممالک ہیں جہاں بحیثیت مجموعی خاندانی نظام ابھی کچھ برقرار ہے‘ شرم و حیا کی کچھ نہ کچھ وقعت اور قیمت ہے‘ عفت و عصمت کی کوئی قدر ہے۔

تیسری سطح پر ایک مذہبی کشاکش ہے۔ یہ کشاکش ذرا خفیہ سی ہے‘ اسے عام لوگ نہیں جانتے۔ اس مذہبی کشاکش میں اس وقت سب سے مؤثر کردار یہودیوں کا ہے‘ جو اس وقت عالم انسانیت کی عظیم ترین سازشی قوت ہے۔ سازشیں کرنا (conspiracies) اور طویل المیعاد پروگرام بنا کر ان کو پورا کرنا‘ اس میدان میں اس قوم کے مدمقابل کوئی نہیں آ سکتا۔ اور ان کا پروگرام یہ ہے کہ پوری دنیا پر ان کا اقتصادی قبضہ ہو جائے۔ براہِ راست فوجی قبضہ نہیں‘ بلکہ اقتصادی قبضہ۔ مزید برآں مشرقِ وسطیٰ کے اندر ایک بڑی ریاست گریٹر اسرائیل قائم کر کے‘ پھر مسجد اقصیٰ اور قبّۃ الصخرہ کو گرانا اور اس کی جگہ پر اپنا تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنا اور اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تخت لا کر رکھ دینا۔ یہ ہے ان کا پروگرام اور اس کے اوپر وہ عمل پیرا ہیں۔ دوسری طرف تمام عیسائی قوتیں ان کے تابع ہو چکی ہیں۔ البتہ بعض عیسائی‘ خاص طور پر پروٹسٹنٹ‘ ان میں بھی خاص طور پر Baptists اور ان میں بھی اخص الخواص کے اعتبار سے Evengelists یہودیوں کے مکمل آلہ کار ہیں۔ اور نوٹ کر لیجئے کہ صدر بش Evengelist ہے۔ عیسائی دنیا خاص طور پر یورپ کے کیتھولک عیسائی جن کی فرانس‘ جرمنی‘ سپین اور اٹلی میں اکثریت ہے‘ یہ اصل میں فلسطین میں ایک عیسائی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے خلاف دونوں ہیں۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسے دوسرے ملینیم کے شروع میں کروسیڈ شروع ہوئی تھیں‘ اب یہ فائنل کروسیڈ ہونے والا ہے۔ یہ کروسیڈ (صلیبی جنگ) کا لفظ بش کی زبان پر بھی آ گیا تھا۔ پہلے

والے کروسیڈ کا مقصد یہ تھا کہ ارض مقدس پر ان کا قبضہ ہو جائے۔ یہ علاقہ یہودیوں کے لئے بھی ارض مقدس ہے' عیسائیوں کے لئے بھی اور مسلمانوں کے لئے بھی۔ البتہ یہودیوں کی پشت پناہی کر کے عیسائی وہاں یہودی مملکت کیوں قائم کرنا چاہتے ہیں؟ اسے ذرا سمجھ لیجئے! ان کا عقیدہ ہے کہ جب گریٹر اسرائیل بن جائے گا' بڑی عظیم جنگ آرمیگاڈان ہوگی' عربوں کا خون خرابہ کیا جائے گا' مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصّخرہ گرا دیئے جائیں گے' وہاں پر معبد سلیمانی بن جائے گا اور وہاں تختِ داؤدؑ لا کر رکھ دیا جائے گا تب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے اور اس تخت داؤدؑ پر بیٹھ کر دنیا میں حکومت قائم کریں گے۔ لہٰذا ان کی یہ خواہش ہے کہ حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں جلد از جلد آئیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ سارے واقعات جلد از جلد واقع ہو جائیں۔

ایک بات مزید نوٹ کر لیجئے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا مشترک دشمن اسلام اور مسلمان ہیں اور ان کا سب سے بڑا ٹارگٹ پاکستان ہے۔ اس وقت کی عالمی صورت حال یہ ہے اور بحالاتِ موجودہ اسلام کے بحیثیت دین' ایک مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے نافذ ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ہاں اسلام صرف ایک مذہب کی حیثیت سے زندہ رہ سکتا ہے۔ صرف ہمارے عقائد' عبادات اور سماجی رسومات جو انفرادی زندگی تک محیط ہیں' مغرب کو گوارا ہیں' باقی سیاسی نظام' معاشی نظام اور سماجی نظام وہ ہو گا جو تین سطحیں میں نے گنوائیں۔ اس کے علاوہ کسی نظام کو وہ دنیا میں برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اس معاملے میں اس وقت سب سے بڑا گٹھ جوڑ امریکہ اور یہودیوں کا ہے۔

آج کا موضوع

اب آیئے آج کا میرا موضوع کیا ہے! گویا کہ اب ہم گلوبل سیناریو سے نیچے اتر کر پاکستان پر اپنی توجہ کو مرکوز کر رہے ہیں۔ عنوان ہے:

''کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی (count down) شروع ہو چکی ہے؟ اور کیا ابھی نجات کا کوئی راستہ کھلا ہے؟''

ان دونوں سوالوں کے بارے میں میرا جواب ''ہاں'' میں ہے۔ واقعتاً پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع کی جا چکی ہے اور واقعتاً ابھی تک ایک راستہ کھلا ہے۔ اگرچہ اس ضمن میں اب مہلت بہت کم ہے۔ گویا معاملہ وہی ہے کہ ع ''دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!''

کسی ملک یا سلطنت کے خاتمے کی دو صورتیں

بات سمجھ لیجیے! کسی مملکت یا سلطنت کے ختم ہونے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ وہ زمین ختم ہو جائے' وہ سرزمین آسمان میں چلی جائے یا پاتال میں دھنس جائے' بلکہ سلطنتوں یا مملکتوں کے خاتمے کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ balkanization ہو جائے' اس کے حصے بخرے ہو جائیں اور سابق نام باقی ہی نہ رہے۔ یعنی پھر دنیا کے نقشہ پر پھر اس نام سے کوئی خطہ نہ ہو۔ اور یہ ایک عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ پچھلی یعنی بیسویں صدی عیسوی اس اعتبار سے بے مثال ہے کہ اس کے آغاز میں ایک عظیم سلطنت عثمانیہ ختم ہوئی' اس کے حصے بخرے ہوئے' ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور سلطنت عثمانیہ کا نام دنیا میں ختم ہو گیا۔ اب نقشے میں آپ کو سلطنت عثمانیہ کا نام لکھا ہوا کہیں نظر نہیں آئے گا' حالانکہ وہ Great Ottoman Empire تھی' جو Great Roman Empire کی طرح تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورا شمالی افریقہ' پورا مغربی ایشیا اور پورا مشرقی یورپ اس میں شامل تھا۔ لیکن اس عظیم سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے ہوئے' لے دے کے ترکوں کے پاس ترکی نام کا ایک چھوٹا سا ملک رہ گیا۔ اس سلطنت کا نام ختم ہو گیا۔ اب آپ کو ڈھونڈے سے بھی پتہ نہیں چلے گا کہ وہ سلطنت عثمانیہ کہاں ہوتی تھی' اور یہ معاملہ ہوا ہے پچھلی صدی کے آغاز کے بیس سالوں کے اندر اندر' تقریباً دوسری دہائی کے خاتمے پر۔ اس کے برعکس پچھلی صدی کی آخری دہائی میں ۱۹۹۰ء کے قریب USSR ختم ہوئی' جو دنیا کی ایک سپر پاور تھی۔ آج دنیا کے نقشے میں USSR نام

لکھا ہوا کہیں نظر نہیں آتا۔ یہ تو کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے' ابھی کُل پندرہ سولہ برس ہوئے ہیں۔ اسی طرح سے پاکستان کا بھی امکان ہے کہ یہ صورت حال پیش آ جائے۔

مملکتوں کے ختم ہونے کی ایک دوسری شکل بھی ہے۔ وہ یہ کہ لکیر بھی برقرار رہے' نام بھی برقرار رہے' لیکن اس کی کوئی خود اختیاری نہ ہو' اس کے اندر کوئی self determination نہ ہو' اس میں اپنے اصولوں کے دفاع میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ ہو اور وہ کسی دوسری بڑی سلطنت و مملکت کے تابع مہمل کی شکل اختیار کر لے یا یوں کہئے کہ سیٹلائٹ یعنی طفیلی ملک بن جائے۔ یہ دوسری شکل ہے اور پاکستان کے مستقبل کے لئے یہ امکان بھی ہے کہ پاکستان بھارت کا سیٹلائٹ بن کر رہ جائے اور بھارت چاہے تو ان لکیروں کو قائم رکھے' چاہے تو حصے بخرے کر دے۔ غالباً اس کی مصلحت اسی میں رہے گی کہ زیادہ سر درد مول نہ لے' مختلف صوبے ہوں گے تو ان میں سے ہر ایک سے الگ الگ نپٹنا پڑے گا' اس کے حق میں بہتر یہ ہوگا کہ پاکستان ایک سٹیٹ کی حیثیت سے یکجا رہے اور اس کی حقیقت بس نیپال سے کوئی دس گنا بڑے ملک کی ہو لیکن اس کی حیثیت نیپال سے زیادہ نہ ہو۔

پاکستان کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں

اب آپ دیکھیں کہ پاکستان کے بارے میں دنیا میں کیا پیشین گوئیاں ہو رہی ہیں ۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا!!

سب سے پہلے میں ایک مسلمان مصنف سید ابو المعالی کی کتاب کا حوالہ دوں گا۔ پیدائشی طور پر یہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ تقسیم کے تقریباً چند دن پہلے پیدا ہوئے تھے۔ وہاں سے والدین کے ساتھ مشرقی پاکستان گئے' وہاں سے پورا خاندان مغربی پاکستان آ گیا۔ ان کی بیشتر تعلیم کراچی میں ہوئی' پھر یہ مغربی ممالک میں چلے گئے جیسے بہت

سے لوگ گئے ہیں۔ وہاں پر انہوں نے پی ایچ ڈی کی ہے اور وہاں کافی بڑے دانشور سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب وینٹیج پریس مین ہٹن نیویارک سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہو کر ۱۹۹۳ء میں پاکستان آئی تھی۔ کتاب کا نام "The Twin Eras of Pakistan" ہے۔ یعنی پاکستان کے جڑواں ادوار۔ اس میں ہماری سیاسی تاریخ میں آگے پیچھے آنے والے سیاسی اور فوجی ادوار کا تذکرہ ہے۔ مغرب میں دانشور جو گفتگوئیں کرتے ہیں یا وہاں کے سیاسی پنڈت جو پیشین گوئیاں کرتے ہیں درحقیقت انہوں نے اس کا ایک مجموعی تاثر اس کتاب میں دے دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ۲۰۰۶ء میں پاکستان آٹھ ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا ہوگا۔ ان میں سے چار آزاد ریاستیں ہوں گی' تین تو خالص پاکستان سے نکلیں گی' جبکہ ایک بھارت اور پاکستان سے کچھ علاقے جوڑ کر بنائی جائے گی۔ انہوں نے جن تین خالص پاکستانی ریاستوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ایک ری پبلک آف بلوچستان ہوگی اور پورا موجودہ بلوچستان اس میں شامل ہوگا۔ ان کے بقول یہ اس علاقے کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ' سب سے زیادہ خوشحال اور سب سے زیادہ معدنی اور صنعتی طاقت ہوگی۔ دوسری کراچی اور حیدر آباد کو ملا کر اردو بولنے والوں کے لئے لیاقت پور یا لیاقت آباد کے نام سے ایک ریاست بن جائے گی۔ تیسری ریاست سندھو دیش کے نام سے ہو گی۔ یعنی جن علاقوں کا outlet سمندر پر ہے وہ سب ایک آزاد قوم' آزاد ملک' آزاد ریاست بن جائیں گے' جبکہ شمالی علاقہ جات مثلاً گلگت' ہنزہ وغیرہ اور آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر (جس کو ہم مقبوضہ کہتے ہیں اور انڈیا آزاد کشمیر کہتا ہے) ان کو جوڑ کر ایک کشمیری ریاست وجود میں آ جائے گی اور یہ امریکہ کا بڑا پرانا خاکہ ہے۔

آج سے کچھ عرصہ قبل تو امریکہ کی اسسٹنٹ سیکریٹری آف سٹیٹ رابن رافیل نے کھل کر بیان دیا تھا کہ ہم ان دونوں کشمیروں (پاکستانی کشمیر اور بھارتی کشمیر) کے ساتھ پاکستان کے شمالی علاقہ جات شامل کر کے' جو کہ کشمیر کی ڈوگرہ حکومت کے ماتحت تھے اور مزید یہ کہ لداخ کے جو علاقے پاکستان نے چین کو دے دیئے تھے چین

سے واپس لے کر ایک آزاد ملک بنائیں گے۔ اس کے بعد بہت عرصے تک یہ آواز نہیں آئی تھی' لیکن اب امریکہ کے ایک سینیٹر نے یہی بات پھر کہی ہے کہ کشمیر کے مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ انڈین کشمیر' پاکستانی کشمیر اور شمالی علاقوں سے دونوں ملکوں کی فوجیں واپس چلی جائیں اور یہ علاقہ یونائیٹڈ نیشنز اسمبلی کو دے دیا جائے' وہ یہاں پر اپنے اہتمام میں استصوابِ رائے (plebiscite) کروائے اور اس کے اندر کشمیریوں کے لئے تین اختیارات (options) ہوں کہ آپ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں ـــــ یا پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں ـــــ یا آزاد و خود مختار کشمیر چاہتے ہیں۔ حالات جس نہج پر جا رہے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کا رخ خود مختار کشمیر کی طرف ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پاکستان سے مایوس ہو چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستان نے ہمیں دھوکہ دے کر ہمارے اتنے لوگ مروا دیئے اور اب اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ لہٰذا ان کے options میں پاکستان نہیں آئے گا اور وہ آزادی چاہیں گے اور یہ آزاد ریاست امریکہ کی سازشوں کا گڑھ بنے گی۔ یہ ایک نیا اسرائیل بنے گا۔ ایک اسرائیل ایشیا کے مغرب میں ہے اور ایک اسرائیل ایشیا کے بطن میں قائم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ آج امریکہ کی Containment of China Policy وہی اہمیت رکھتی ہے جو چالیس برس تک Containment of USSR Policy کی تھی۔ اس کے لئے یہاں قدم جمانے کا موقع مل جائے تو اسے اور کیا چاہئے! وہ ایک ایک کشمیری کو سونے چاندی میں تول سکتا ہے۔ وہ ان کو خوشحال بنانے کے لئے بڑی سے بڑی مراعات اور امداد دے گا' تاکہ اس کا اس علاقے کے اندر عمل دخل قائم ہو جائے۔ بہر حال میں نے اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کر دی ہے کہ یہ امریکہ کی پرانی سکیم ہے جو اَب پھر اٹھ کر سامنے آ رہی ہے۔

چار خود مختار ریاستوں کے قیام کے بعد جو چار حصے پاکستان باقی رہ جائے گا اس میں ایک شمالی پاکستان ہوگا' یعنی چترال سے لے کر مالاکنڈ تک۔ پھر مالاکنڈ کے پہاڑ سے لے کر نیچے پختون علاقے تک مغربی پاکستان ہوگا۔ پھر یہ کہ سندھ میں سے سندھو

دیش بناتے ہوئے ایک چھوٹی سی پٹی نکالی جائے گی تاکہ بچے کھچے پاکستان کو بھی سمندر تک رسائی حاصل ہو جائے۔ اس لئے کہ موجودہ کراچی تو لیاقت آباد کے اندر چلا جائے گا۔ پورٹ قاسم جو بنائی جا رہی ہے وہ سندھو دیش کے لئے ہے۔ بہرحال سندھ سے راستہ دے کر بقیہ پاکستان کو سمندر تک پہنچا دیا جائے گا۔ باقی سینٹرل پاکستان ہوگا' اس میں پنجاب کے ساتھ کچھ سرائیکی علاقہ شامل ہوگا۔ جبکہ کچھ سرائیکی علاقہ بلوچستان میں اور کچھ سندھ میں چلا جائے گا۔ جو باقی ہوگا وہ اس سینٹرل پاکستان میں آ جائے گا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے جو کسی کافر کی نہیں' کسی یہودی کی نہیں' بلکہ مسلمان دانشور ڈاکٹر ابوالمعالی سیّد کی ہے۔ یہ وحی نہیں ہے' لیکن بہرحال اس میں ان سازشوں کا انعکاس موجود ہے جو فضا کے اندر ہو رہی ہیں۔ گویا ؎ "تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں!"

دوسری پیشین گوئی امریکہ کے سب سے بڑے تھنک ٹینک کی ہے جو امریکہ کی وزارت خارجہ کے پالیسی ونگ کا تھنک ٹینک ہے۔ اس میں سب سے اونچے پندرہ اداروں کے سربراہ شامل ہیں۔ انہوں نے چند سال پہلے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ۲۰۲۰ء میں پاکستان کے نام سے کوئی ملک نہیں رہے گا۔ گویا کہ جو حشر سلطنت عثمانیہ کا اور سوویت یونین کا ہوا تھا وہ پاکستان کا بھی ہو جائے گا۔ سب سے پہلے یہ رپورٹ بھارت کے ایک جریدے "آؤٹ لک" میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اسے روزنامہ جنگ نے اپنی ۱۶ ستمبر ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں شائع کیا اور ساتھ لکھ دیا کہ اسے کسی مجذوب کی بڑ نہ سمجھا جائے' بلکہ اسے سنجیدگی سے نوٹ کیا جانا چاہئے۔

تیسری بات رابرٹ کیلان نے کی۔ "The End of the Earth" کے عنوان سے ان کا مضمون ۲۰ ستمبر ۲۰۰۰ء کو روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا تھا۔ وہ اس میں لکھتے ہیں: "Pakistan is a failed state" یعنی پاکستان ہر اعتبار سے ناکام ریاست ثابت ہو چکی ہے' جلد ہی اس میں خانہ جنگی شروع ہوگی اور انتشار اور انارکی پیدا ہو جائے گی۔ اس مضمون میں ایک خاص بات یہ کہی گئی ہے کہ پاکستان اور افغانستان گویا کہ ایک یونٹ کی شکل میں ہوں گے۔ یہ چند حوالے ہیں جو میں نے

آپ کو دیئے ہیں۔

اس دردناک انجام کے اسباب: پہلا بنیادی اور داخلی

اب آیئے اس کے اصل اسباب کی طرف کہ ایسا کیوں ہوگا؟ جبکہ میں بھی کہہ رہا ہوں اور میرا یہ موقف ہے کہ واقعتہً پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے تو اس کے اسباب کیا ہیں؟ میں ان اسباب کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک ہے اصل اور بنیادی' اور داخلی اور خود کردہ اور دوسرا فوری اور خارجی۔ اس ''خود کردہ'' کے بارے میں کسی نے کہا ہے ع ''خود کردہ را علاجے نیست''۔ کسی اور نے آپ کی ساتھ کوئی برائی کی ہو تو شاید اس کا کوئی مداوا ہو سکے' لیکن اگر آپ نے خود کی ہو تو اس کا کوئی مداوا نہیں۔ پاکستان کے قیام کا جو اصل مقصد تھا اس کو ہم نے ترک کیا۔ اب یہ ایک بے مقصد ملک ہے۔ یہ ایسا تیر ہے جس کا کوئی ہدف ہی نہیں۔ ع ''آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف''۔ اقبال اور جناح جو مؤسسین پاکستان تھے' انہوں نے کہا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں کہ عہد حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت و اخوت و مساوات کا ایک عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں' تاکہ ایک لائٹ ہاؤس وجود میں آ جائے' یہ پورے عالمِ انسانیت کے لئے روشنی کا ایک مینار ثابت ہو۔ اس لئے کہ دنیا میں اندھیرا ہے' انسان کو نظام عدل اجتماعی کی تلاش ہے' لیکن مل نہیں رہا۔ اس نے بڑی قلابازیاں کھائی ہیں۔ وہ فرانس کے انقلاب کے ذریعے ملوکیت اور جاگیرداری کے دور سے نکلا تو سرمایہ داروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ پہلے جاگیردار مسلط تھا' اب بدترین شکل میں سرمایہ دار مسلط ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے ردعمل میں کمیونزم آیا' وہ بھی ختم ہو گیا۔

اب انسان پھر انتظار میں کھڑا ہے اور امریکہ اور اس کے اتحادی سب یہی چاہتے ہیں کہ ان کا نظام سیکولرازم ہی پوری دنیا میں قائم و دائم رہے' سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کا تسلط برقرار رہے اور مغربی تہذیب پوری دنیا پر چھا جائے جس میں شرم و حیا اور عفت و عصمت کے تمام تقاضے ختم ہیں۔ دوسری طرف اگر کوئی نظام نہ آیا' یعنی

اسلام سامنے نہ آیا تو پھر کمیونزم سے ملتی جلتی کوئی شکل دوبارہ دنیا میں آ جائے گی۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف انسان نے بغاوت کی تھی تب ہی تو کمیونزم آیا تھا' اور آج جب یہ سرمایہ دارانہ نظام گلوبل ہو رہا ہے تو اس کے خلاف پھر بغاوت ہو رہی ہے۔ جہاں کہیں بھی گلوبلائزیشن کے لئے کوئی میٹنگ ہوتی ہے تو مخالف مظاہرے ہوتے ہیں' سیٹیل میں ہنگامے ہوئے' توڑ پھوڑ ہوئی اور کرفیو لگا۔ واشنگٹن میں ہوئے' ڈیووس میں ہوئے۔ دنیا میں کتنی جگہوں پر بڑے عظیم مظاہرے ہوئے ہیں۔ مغرب والوں کو معلوم ہے کیا ہو رہا ہے۔ پہلے بھی اس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت بھی مغرب میں ہوئی تھی' اس لئے کہ روس مغرب کا حصہ شمار ہوتا ہے' اگرچہ مشرقی ملک بھی ہے اور اب عین کیپٹل ازم کے گھر کے اندر بغاوت اٹھ رہی ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ امریکہ اور اس کی تمام اتحادی قوتیں زور لگا کر چاہیں گی کہ اس بغاوت کو کچل دیں' Nip the evil in the bud کے مصداق اٹھنے سے پہلے ہی اس کا سر کچل دیا جائے۔

مؤسسین پاکستان اقبال اور جناح کے افکار میں تو زیادہ زور اسلام کے نظامِ اجتماعی پر تھا' یعنی اسلام کا سیاسی' اقتصادی اور سماجی نظام۔ (System of Social Justice as given by Quran) لیکن تحریک پاکستان کی علماء و مشائخ نے جو حمایت کی تھی ان کے پیش نظر یہ تھا کہ اس خطے میں اسلامی قوانین اور اسلامی شریعت نافذ کی جائے۔ بے شمار علماء و مشائخ نے اس تحریک کی حمایت کی تھی۔ پیر جماعت علی شاہ' پیر صاحب مانکی شریف اور وقت کے تقریباً تمام مشائخ مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ اگرچہ جمعیت علماء ہند اور مولانا مدنی ؒ قیامِ پاکستان کے مخالف تھے لیکن علماء کی بہت بڑی تعداد ساتھ تھی۔ خود شبیر احمد عثمانی ؒ علماء دیوبند سے ٹوٹ کر آ گئے تھے! جمعیت علماء ہند سے کٹ کر جمعیت علماء اسلام بنی تھی اور اس نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا ساتھ دیا۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ اسلامی سزائیں اور اسلامی قوانین نافذ کئے جائیں۔ یہ دونوں پہلو سامنے رکھئے' جو ایک دوسرے سے قدرے مختلف لیکن درحقیقت لازم و ملزوم ہیں۔ قائداعظم اور علامہ اقبال دونوں کے نزدیک اسلام کا نظامِ

اجتماعی تھا جو انسان کو عدل دیتا ہے' جبکہ علماء و مشائخ کے نزدیک اسلامی قوانین وشریعت خصوصاً حدود وتعزیرات کا نفاذ تھا جو اس نظام کو سہارا دیتے ہیں۔ لیکن ہوا کیا ہے؟ ساڑھے چھپن سال گزر گئے اور ان میں سے کسی ایک جانب بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ ایک لولا لنگڑا حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا تھا' اس کے خلاف بھی ہمارے ہاں بغاوت ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لئے آپ کا سارا elite طبقہ سراپا احتجاج بنا ہوا ہے' خواتین کی لیڈر کھڑی ہوگئی ہیں کہ اس کو ختم کیا جائے۔ اور ویسے بھی وہ اس پورے معاشرے میں غیر مؤثر ہے' اس کی بالکل کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں زکوٰۃ نافذ کی گئی تو سود میں سے کمیشن لے لیا' اللہ اللہ خیر سلاّ۔ اس طرح زکوٰۃ بدنام ہوگئی' حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ نظامِ زکوٰۃ نافذ کیا جائے گا۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے سوشل سکیورٹی کا مکمل نظام نافذ کیا جائے' تاکہ ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی گارنٹی دی جا سکے۔ مغرب نے سوشل سکیورٹی کا نظام مسلمانوں کے نظامِ زکوٰۃ سے ہی اخذ کیا ہے کہ ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت حکومت کے ذمہ ہے۔ اگر کوئی کسی مل یا دفتر میں کام کر رہا ہے وہ تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہے' لیکن اگر کسی کو کوئی ملازمت نہیں مل رہی تو حکومت کے ذمہ ہے کہ اس کو اتنی رقم دے کہ وہ اپنا ضروری خرچ چلا سکے۔ کسی کے پاس مکان نہیں ہے تو حکومت اسے مکان مہیا کرے۔ انہوں نے poor houses بنائے ہوئے ہیں اور بے گھروں کو مکان کی چابی مل جاتی ہے۔ دعویٰ تھا کہ یہاں بھی یہ سب کچھ زکوٰۃ کے ذریعے ہو جائے گا۔ لیکن زکوٰۃ نافذ ہوئی بھی تو لولی لنگڑی' اس لئے کہ یہ تو زکوٰۃ کے نام پر سیاسی استحصال تھا۔

اب اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اس کے بھی دو نتیجے ہیں۔ ایک نتیجہ خالص عقلی اعتبار سے ہے کہ پاکستان اپنی وجہ جواز کھو چکا ہے۔ جو اِس کا مثبت مقصد تھا ساڑھے چھپن سال کے اندر بھی اس کی طرف پیش رفت نہیں کی گئی۔ کسی بھی شے کے وجود کے لئے کوئی وجۂ جواز ہوتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ کوئی شے جب اپنی وجہ جواز کھو بیٹھے تو اب وہ ایک ایسی کشتی کے مانند ہے جس کا لنگر ہی نہیں' لہٰذا کوئی لہر آئے گی تو اسے اِدھر لے جائے

گی' کوئی اور زوردار لہر آئے گی تو اُدھر لے جائے گی۔ ہم اس وقت بے بنیاد ہیں۔ اس وقت زمین پر ہمارا کوئی قدم نہیں ہے' ہوا میں معلق ہیں۔ اس وقت ہم پر قرآن مجید کی وہ آیت راست آتی ہے جو یہود و نصاریٰ سے خطاب کر کے کہی گئی تھی:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾

''(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے اے اہل کتاب! (اے یہودیو اور عیسائیو!) تم کسی شے پر قائم نہیں ہو (تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے' تمہاری کوئی جڑ نہیں ہے) جب تک تم تورات' انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف (زبور اور دیگر صحیفے وغیرہ) نازل کیا گیا ہے قائم نہیں کرتے''۔

اسے میں یوں کہا کرتا ہوں کہ ہمارا مُنہ ہی نہیں ہے کہ ہم اللہ سے دعا کریں' ہماری دعا ہمارے مُنہ پر دے ماری جائے گی' کہ کس مُنہ سے دعا کرتے ہو؟ تم نے ہمارے قانون' ہماری ہدایت کو تو نافذ کیا ہی نہیں۔ پاکستان کو اِس وقت یہی صورت حال درپیش ہے۔

مذہبی اعتبار سے نتیجہ یوں نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ سے ہم نے وعدہ خلافی کی۔ ہم نے کہا تھا اے اللہ! ہمیں انگریز اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے نجات دے۔ اس لئے کہ ہم پر انگریز کی غلامی کے ساتھ ہندو کی غلامی بھی تھی۔ ہم ہندو کی معاشی غلامی میں مبتلا تھے۔ ہندو بنیا ایک گاؤں میں بیٹھا ہوتا تھا اور وہ سود پر رقمیں دے کر مسلمانوں کی زمینیں ہتھیا لیتا تھا۔ ہندوستان میں پورا کاروبار' پوری صنعت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ بہت سے دانشور جب پاکستان کی برکات بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پورے انارکلی بازار میں مسلمانوں کی صرف ایک دکان تھی' جبکہ آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ تو ہمارے اوپر دو غلامیاں مسلط تھیں' ایک غلامی انگریز کی جو کہ عسکری' سیاسی اور ریاستی غلامی تھی' اور ایک ہندو کی معاشی اور سماجی غلامی۔ ہم ہندوؤں کے سماجی غلام بھی تھے۔ ہم ہندوؤں کے رسوم و رواج اور تہوار مناتے تھے' اور آج بھی مناتے ہیں۔ تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے ان سے نجات کی دعائیں مانگی تھیں۔ میں خود اس

کا عینی شاہد ہوں۔ اُس وقت میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک کارکن اور رہنما بھی تھا۔ اس لئے کہ میں حصار ڈسٹرکٹ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سیکرٹری تھا۔ وہاں صرف ہائی سکول کی فیڈریشن تھی' اس لئے کہ کالج تو پورے ضلع میں تھا ہی نہیں۔ صرف بھوانی نامی قصبے میں ایک کالج تھا جو ہندو سیٹھوں کا قصبہ تھا۔ ہم نے جلوس نکالے' نعرے لگائے: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!'' ہم نے جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں دعائیں مانگیں: اے اللہ! ہمیں ہندوؤں اور انگریز کی دوہری غلامی سے نجات دے' تاکہ تیرے دین کا بول بالا کریں' تیرے نبیؐ کا دیا ہوا نظام قائم کریں۔ اللہ نے تو وعدہ پورا کر دیا لیکن ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی کی۔

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۲۹ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب کچھ اسرائیلیوں نے کہا تھا: اے موسیٰ! آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ستایا جاتا تھا اور اب بھی ستایا جا رہا ہے' یعنی آپ کی تشریف آوری سے ہماری حالت میں تو کوئی فرق نہیں آیا' تو انہیں موسیٰؑ نے جواب دیا: ﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ﴾ ''قریب ہے تمہارا ربّ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔'' فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو تباہ کر دے۔ ﴿وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں تمہیں خلافت عطا کرے (حکومت اور طاقت دے)''۔ ﴿فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''پھر وہ دیکھے گا تم کیا کرتے ہو!'' اسی امتحان میں ہم ساڑھے چھپن برس گزار چکے ہیں اور ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی کی ہے۔ اس وعدہ خلافی کا نتیجہ کیا ہے؟

جب کوئی قوم اجتماعی طور پر اللہ سے کوئی وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے تو دنیا میں اس کی یہ سزا ملتی ہے کہ اس قوم کے اندر اجتماعی طور پر نفاق اور منافقت کا مرض پیدا کر دیا جاتا ہے۔ یہ نفاق اور منافقت اللہ کو کفر سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔ جیسے کہا گیا ہے: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ۱۴۵) ''منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔'' اس لئے کہ انہیں حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم کیا گیا۔ چنانچہ سورۃ التوبۃ (آیت ۸۰) میں ارشاد ہوا: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا

تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ''ان کے لئے آپؐ خواہ استغفار کریں یا نہ کریں‘ اگر آپؐ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں تو بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا''۔

سورۃ التوبۃ کی آیات ۷۵ تا ۷۷ ملاحظہ کیجئے: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ ﴾ ''اور ان (مدینے کے منافقوں) میں ایک قسم اُن کی ہے جنہوں نے اللہ سے ایک عہد کیا تھا'' ﴿لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے نواز دے گا (غنی اور دولت مند کر دے گا) تو ہم خوب صدقہ و خیرات کریں گے اور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے''۔ ﴿فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ ﴾ ''پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا تو انہوں نے بخل سے کام لیا''۔ تجوریوں کے دروازے مقفل کر دیئے۔ ﴿وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ ''وہ اپنے عہد سے پھر گئے اور اللہ سے اعراض کیا'' ﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ ﴾ ''تو اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری پیدا کر دی قیامت کے دن تک کے لئے بسبب اس خلاف ورزی کے جو انہوں نے اللہ سے وعدہ کرنے کے بعد کی''۔ یہاں ''اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ'' کے الفاظ بہت خطرناک ہیں‘ لرزہ طاری کر دینے والے ہیں۔ ﴿وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ ''اور بسبب اس کے جو وہ جھوٹ بولتے رہے''۔ اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو پاکستانی قوم اس وقت اس اعتبار سے اجتماعی منافقت کا شکار ہو چکی ہے۔ صرف کچھ افراد ہیں جو اِس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ بھٹکی ہوئی قوم اپنی راہ اور منزل کو دوبارہ یاد کر لے ع ''کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو'' تو ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں۔ استثناءات سے تو قانون بالکل ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ Exceptions prove the rule —— وہ قانون یہ ہے کہ آج ہم بحیثیت مجموعی دنیا کی منافق ترین قوم ہیں۔

ہمارے ہاں تین قسم کے نفاق آ چکے ہیں۔ ایک قومی نفاق ہے۔ پہلے ہم ہندوؤں

کے مقابلے میں ایک قوم تھے۔ ہم نے اپنی تحریک کے لئے ''دو قومی نظریہ'' کو بنیاد بنایا۔ آج ہم نفاقِ باہمی کا شکار ہو کر قومیتوں میں تحلیل ہو گئے۔ اب الگ الگ قومیں ہیں۔ چار تو شروع سے تھیں' پنجابی' پٹھان' بلوچی' سندھی' اب اس میں سرائیکی اور مہاجر قومیت کا اضافہ ہوا ہے' وہ بھی مدعی ہیں کہ ہماری علیحدہ قومیت ہے۔ الغرض یہ نفاقِ باہمی کے مظاہر ہیں۔

دوسرا نفاق کردار کا ہے' یعنی جھوٹ' وعدہ خلافی اور خیانت۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ' وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ' وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)) ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بولے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے' کہیں امین بنایا جائے تو خیانت کرے''۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ((وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ)) ''چاہے وہ روزہ رکھتا ہو' نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو''۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں عوامی سطح پر تو جس طرح ہیں سب کو معلوم ہے' لیکن قابل توجہ اور قابل حذر بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو جتنا اونچے درجے پر ہے اتنا ہی جھوٹا' اتنا ہی وعدہ خلاف اور اتنا ہی بڑا خائن ہے۔ سینکڑوں ہزاروں تو کیا اب اربوں کی خیانتیں ہوتی ہیں' غبن در غبن ہے۔ گویا ہم اس وقت قومی سطح پر نفاق کے مریض ہیں۔

اس نفاق کے نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ''عذابِ ادنیٰ'' کی شکل میں ۱۹۷۱ء میں ہم پر نازل ہوا۔ ہمیں زبردست شکست ہوئی' ہمارے ۹۳ ہزار فوجی ہتھیار پھینک کر ہندوستان کی قید میں چلے گئے۔ پاکستان دولخت ہوا۔ ہمارے ٹائیگر جنرل نیازی نے جنرل اروڑہ کو اپنا پستول پیش کیا۔ یہ بدترین اور شرمناک ترین شکست تھی۔

یہ عذابِ ادنیٰ ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ السجدۃ کی آیت ۲۱ کے الفاظ ہیں:

﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾
''ہم انہیں مزہ چکھائیں گے چھوٹے عذاب کا بڑے عذاب سے پہلے شاید کہ وہ لوٹ آئیں''۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو جھنجوڑنے اور بیدار کرنے کے لئے چھوٹا عذاب بھیجا کرتا ہے' کبھی قحط کی شکل میں' کبھی سیلاب کی شکل میں' شاید کہ لوگ جاگ جائیں' اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ لیکن ہم نے عذابِ ادنیٰ سے' جو ایک حادثہ فاجعہ تھا' کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ پھر اب عذابِ اکبر ہے جو سر پر کھڑا ہوا ہے۔ اور یہ عذابِ اکبر بھی دنیا کا ہے۔ دنیا میں عذابِ اکبر یہ ہوتا ہے کہ کسی قوم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ یہ دنیا میں مختلف قوموں پر آتا رہا ہے' قومِ نوح' قومِ لوط' قومِ صالح وغیرہ پر یہ عذاب آیا تھا کہ: ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''پھر ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی''۔ جڑ اگر برقرار رہے تو وہ پودا دوبارہ اُگ سکتا ہے' لیکن جڑ سے اُکھاڑ دیا جائے تو اب پودے کے دوبارہ اگنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ان اقوام کے لئے یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ﴿لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ﴾ ''اب ان کے مسکنوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا''۔ قومِ ثمود نے چٹانیں تراش تراش کر جو محل بنائے تھے' ان میں رہنے والا اب کوئی نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ: ﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ ''جیسے وہ کبھی آباد ہی نہیں تھے''۔ نسیاً منسیاً ہو گئے۔ یہ ہے عذابِ اکبر! اور نوٹ کیجئے' میں کم سے کم ۱۹۸۴ء سے اس کا انذار کر رہا ہوں۔ پورے بیس سال ہو گئے ہیں۔ اِس پورے ملک کے اندر میں واحد شخص ہوں جو اُس وقت سے کہہ رہا ہے کہ اگر ہم نے یہاں اسلام قائم نہ کیا تو پاکستان کا وجود نہیں رہے گا۔ یہ اپنی وجہ جواز کھو چکا ہے اور بے جواز چیز قائم نہیں رہا کرتی۔ اب بھی موقع ہے اسے مستحکم کر لو۔ میں نے اُس وقت ایک کتاب لکھی تھی ''استحکامِ پاکستان''، جس میں واضح کیا تھا کہ استحکام اس صورت میں آئے گا کہ یہاں اسلامی انقلاب آئے' اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی بھی قائم کیا جائے اور اسلامی قوانین اور شریعت بھی نافذ کی جائے۔ پھر میں نے اس کتاب کا دوسرا حصہ ''استحکامِ پاکستان اور مسئلہ سندھ'' کے عنوان سے تحریر کیا۔ اس کتاب کے آغاز میں جلی حروف میں یہ عبارت موجود ہے:

''۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں اسلام بیک وقت
برعظیم ہند میں براستہ سندھ
اور براعظم یورپ میں براستہ سپین داخل ہوا تھا۔
سپین سے اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوئے
پانچ سو برس ہو چکے ہیں!
کیا اب وہی تاریخ سندھ میں بھی دہرائی جانے والی ہے؟
آگ ہے' اولادِ ابراہیمؑ ہے' نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟
فاعتبروا یا اولی الابصار!''

۱۴۹۲ء میں سقوطِ غرناطہ کے بعد مسلم سپین کا وجود ختم ہو گیا اور ۱۶۰۲ء تک جزیرہ نما آئبیریا میں ایک مسلمان بھی باقی نہیں چھوڑا گیا۔ یا تو قتل کر دیئے گئے یا جلا دیئے گئے یا پھر جہازوں میں بھر بھر کر شمالی افریقہ کے ساحل پر پھینک دیئے گئے۔ تو میں نے اس کتاب میں لکھا ہے: کیا یہی تاریخ ہندوستان میں بھی دہرائی جانے والی ہے؟ یہ میری ۱۹۸۶ء کی تحریر ہے۔ بنی اسرائیل جو سابقہ اُمت مسلمہ تھی جب ان پر بخت نصر کے ہاتھوں پہلا عظیم ترین عذاب آنے والا تھا' جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا معبد (مسجد اقصیٰ) اس طرح مسمار کر دیا گیا کہ اس کی کوئی دو اینٹیں بھی سلامت نہیں رہیں' اور چھ لاکھ یہودی موقع پر قتل کئے گئے جبکہ چھ لاکھ کو وہ ہانک کر Babylonia لے گیا جہاں وہ سو برس تک حالت غلامی میں رہے' جسے وہ Era of Captivity کہتے ہیں۔ (اُس وقت عراق کو سلطنت بابل (Babylonia) کہتے تھے اور بخت نصر اس وقت کا نمرود تھا' اس لئے کہ عراق کے بادشاہوں کو نمرود کہا جاتا تھا) تو جب یہ سزا آنے والی تھی اس وقت بنی اسرائیل کے انبیاء یسعیاہ' یرمیاہ اور حزقیل (علیہم

السلام) مسلسل انذار کرتے رہے اور کہتے رہے کہ دیکھو درخت کی جڑ پر کلہاڑا رکھا جا چکا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ کلہاڑا تو گرتا ہے رکھا نہیں جاتا‘ لیکن آپ کے علم میں ہوگا کہ جلاد پہلے تلوار گردن پر رکھ کر معین کرتا ہے کہ اسے یہاں ضرب لگانی ہے‘ پھر وہ ضرب لگاتا ہے۔ اسی طرح کلہاڑے کو بھی پہلے لکڑی پر رکھا جاتا ہے کہ یہاں پر کلہاڑا مارنا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انبیاء آگاہ کرتے رہے کہ اب تو ہوش میں آ جاؤ اور جاگ جاؤ۔ لیکن ؏ ”یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالم پیری!“ کے مصداق کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور انہیں عبرت ناک صورت حال سے دوچار ہونا پڑا۔ حالی کے الفاظ ہیں۔

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا؟
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا[1]
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفاں بپا ہے گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی!
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی!!

تو اِس وقت یہی ہمارا حال ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں ایک شخص بلعم بن باعوراء کا ذکر ہے: ﴿وَاتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ الَّذِیۡۤ اٰتَیۡنٰہُ اٰیٰتِنَا﴾ ”(اے نبیؐ!) انہیں پڑھ کر سنایئے اس شخص کے حالات جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں“۔ بعض لوگوں نے آیات کا ترجمہ ”علم“ کیا ہے‘ لیکن ایسا نہیں ہے۔ آیات

---

(۱) مرض کی دوا کے بارے میں حدیثِ نبویؐ ہے:
((مَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنۡ دَاءٍ اِلَّا اَنۡزَلَ لَہٗ دَوَاءً))
”اللہ نے جو بھی مرض پیدا کیا ہے اس کی دوا بھی پیدا کی ہے“۔

معجزوں کو بھی کہتے ہیں اور کرامات کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے خرقِ عادت واقعہ نبیوں کے لئے معجزہ ہوتا ہے اور غیر نبی اور اولیاء اللہ کے لئے یہ کرامات ہوتی ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں کوئی صاحبِ کرامت بزرگ تھا جو بہت بڑا عالم بھی تھا اور زاہد بھی۔ فرمایا جا رہا ہے ہم نے اسے اپنی آیات عطا کیں۔ ﴿ فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا ﴾ ''تو وہ ان سے نکل بھاگا۔'' اس نے اپنے اس مقام کو چھوڑ دیا۔ تورات میں اس کا ذکر آتا ہے کہ وہ ایک عورت کے چکر میں پھنس گیا اور پھر اس کی ساری نیکی' سارا تقویٰ ختم ہو گیا ﴿ فَاَتۡبَعَهُ الشَّيۡطٰنُ ﴾ ''تو اب شیطان اس کے پیچھے لگ گیا''۔ یہ بڑا اہم مقام ہے' پہلے انسان خود غلط حرکت کرتا ہے تب شیطان اُس کے پیچھے لگتا ہے۔ پہلا فیصلہ انسان کا اپنا ہوتا ہے۔ ﴿ فَكَانَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ ﴾ ''پھر وہ ہو گیا بہت ہی گمراہ لوگوں میں''۔ ﴿ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا ﴾ ''اگر ہم چاہتے تو اسے مزید بلندی عطا فرماتے''۔ ﴿ وَلٰـكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَى الۡاَرۡضِ ﴾ ''لیکن وہ تو زمین میں دھنستا چلا گیا''۔ ﴿ وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ‌ ۚ ﴾ ''اور وہ اپنی خواہشات (حیوانی خواہشات) کی پیروی میں لگ گیا''۔ ﴿ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الۡـكَلۡبِ‌ ۚ اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَيۡهِ يَلۡهَثۡ اَوۡ تَتۡرُكۡهُ يَلۡهَثۡ ﴾ ''اس کی مثال کتے کی سی ہے' اس پر اگر تم بوجھ لاد دو گے تب بھی وہ ہانپے گا اور اگر چھوڑ دو گے (کوئی چیز نہ لادو) تب بھی وہ ہانپے گا۔'' اس کے اندر حرص اتنی زیادہ ہے کہ ہر وقت اس کی زبان باہر نکلی رہے گی اور رال ٹپکتی رہے گی۔ اب آگے فرمایا: ﴿ ذٰ لِكَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا‌ ۚ ﴾ ''یہی مثال اس قوم کی ہے جو ہماری آیات کو جھٹلا دے''۔ ﴿ فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ‏ ۞ ﴾ ''آپ یہ واقعہ بیان کر دیجئے شاید کہ یہ کچھ غور و فکر کریں''۔ اگلی آیت میں فرمایا: ﴿ سَآءَ مَثَلَاۨ الۡقَوۡمُ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَاَنۡفُسَهُمۡ كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ‏ ۞ ﴾ ''بہت ہی بری مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتے رہے''۔

قرآن حکیم کی یہ مثال پاکستان پر صادق آتی ہے۔ پاکستان اللہ کی جانب سے

ایک معجزہ تھا اور یہ باکرامت ملک تھا۔ اب دیکھئے پاکستان کی کرامات کیا تھیں ۔ پہلے نمبر پر یہ کہ اُمّت کی تاریخ کے دوسرے ہزار سال کے آغاز سے اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ مجددین عرب سے منتقل کر کے ہندوستان میں جاری کیا۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ یہیں کے مجدد ہیں' جن کے بارے میں اقبال نے کہا ع ''وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں! اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار'' ورنہ ہمہ اوستی تصور کے زیر اثر ہندوستان میں اسلام ختم ہونے کے قریب تھا۔ اس لئے کہ ''دین الٰہی'' کی صورت میں اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا گیا تھا۔ دوسری کرامت یہ ہے کہ بیسویں صدی عیسوی میں جتنے اعاظم رجال ہندوستان میں پیدا ہوئے کہیں اور پیدا نہیں ہوئے۔ علامہ اقبال جیسے مفکر' مولانا مودودی جیسے مصنف' مولانا الیاس جیسے مبلغ کی ٹکر کا شخص پوری دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ خلافت کی تحریک چلی تو صرف ہندوستان میں۔ حالانکہ خلافت تو پوری دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ تھا' لیکن کسی اور ملک کے مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی اور یہاں ایسے زور سے چلی کہ مہاتما گاندھی کو بھی اس میں شریک ہونا پڑا۔ اور ؎

بولیں اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو!
ساتھ ہو تیرے شوکت علی بھی جان بیٹا خلافت پہ دے دو!

کی صداؤں سے پورا ہندوستان گونج گیا۔ چوتھی کرامت یہ ہے کہ یہاں آزادی کی تحریک چلی تو مذہب کی بنیاد پر چلی' ورنہ باقی پوری دنیا میں مقامی نیشنل ازم کی بنیاد پر تحریکیں چلیں۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا میں ملائی نیشنلزم اور عالمِ عرب میں عرب نیشنل ازم کی تحریک چلی ہے' اسلام کی نہیں۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترک نیشنل ازم کی بنیاد پر ترکی کو بچایا' سلطنت عثمانیہ ختم ہوئی لیکن کم سے کم ترکی بچ گیا' ورنہ ترکی کا نام ونشان مٹ جاتا کیونکہ یورپ والوں میں انتقام کی آگ بھری ہوئی تھی کہ انہوں نے ہم پر ۴۰۰ برس تک حکومت کی ہے۔ اس لئے کہ پورا مشرقی یورپ سلطنت عثمانیہ کے ماتحت تھا۔

پانچویں کرامت یہ کہ پاکستان معجزانہ طور پر بنا ہے۔ اس لئے کہ گاندھی جیسے لیڈر' کانگریس جیسی جماعت اور ہندوؤں کی اکثریت کے علی الرغم پاکستان بن گیا۔ ہندو

مسلمانوں سے زیادہ مالدار اور تعلیم یافتہ تھے۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے مضبوط طبقات کانگریس کے ساتھ تھے۔ جمعیت علماء ہند بہت بڑی طاقت تھی۔ پنجاب میں احرار بہت بڑی طاقت تھے۔ سرحد میں سرخ پوش اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان بڑی طاقت تھے اور یہ سب کانگریس کے ساتھ تھے۔ گاندھی نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے صرف چند ہفتے پہلے کہا تھا کہ ''پاکستان صرف میری لاش پر بن سکتا ہے'' لیکن پاکستان بن گیا۔ حالانکہ قائداعظم ایک سال پہلے کم از کم دس سال کے لئے علیحدہ اور آزاد پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہو گئے تھے اور انہوں نے کیبنٹ مشن پلان قبول کر لیا تھا جس کی رو سے ہندوستان تین زونوں پر مشتمل ہوتا اور مرکزی حکومت ایک ہوتی۔ ان سب کے علاوہ ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ پاکستان ۲۷ رمضان المبارک کو لیلۃ القدر میں گویا ''نازل'' ہوا ہے۔ اور ان سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے کچھ ہی عرصے کے بعد یہاں قراردادِ مقاصد پاس ہوگئی اور اس میں یہ اعلان ہو گیا کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ یہ گویا سیکولرزم کے خلاف بغاوت تھی کہ ہمارا حاکم اللہ ہے اور ہم اپنے اختیارات کو کتاب وسنت کی حدود کے اندر اندر استعمال کریں گے۔ ان ساری کرامات کے ہوتے ہوئے بھی ہم سیکولرزم کی طرف چلے گئے اور آج تک چلے جا رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ﴿فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ کے مصداق عالم انسانی کا سب سے بڑا شیطان (یہودی) ہمارے پیچھے لگ گیا۔ قرارداد مقاصد کے مصنف لیاقت علی خان کو قتل کر دیا گیا جس کی جرأت اور مردانگی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے دورۂ امریکہ کے دوران یہودیوں نے ایک بڑے استقبالیہ میں ان سے کہا کہ اگر آپ اسرائیل کو تسلیم کر لیں تو ہم آپ کو یہ یہ مراعات دیں گے تو انہوں نے جواباً کہا:

"Gentlmen! our souls are not for sale."

یعنی ''حضرات! ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں ہیں'' اور ان کو اس کا مزہ انہوں نے یہ چکھایا کہ ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل کرا دیا۔ تو اب شیطان پیچھے لگ گیا۔ ۱۹۵۶ء کے

دستور میں کچھ اسلام آنے لگا تھا تو ایوب خان کو بلا کر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا گیا کہ ۵۶ء کا دستور بھی ختم کرو اور اس دستور ساز اسمبلی کو بھی ختم کر دو' نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یہ سب یہودیوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔ بہر حال یہ آیاتِ الٰہی سے ہمارا نکل بھاگنا تھا جس کی وجہ سے شیطان ہمارے پیچھے لگ گیا اور آج ہم اس جگہ پر آ گئے ہیں کہ پاکستان شاید نسیاً منسیاً ہو جائے' یعنی بالکل ختم ہو جائے اور اس کا وجود تک نہ رہے۔ ؏ ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں''۔ یا پھر یہ کہ بھارت کا تابع مہمل بن کر رہ جائے اور سر جھکا کر رہے۔

دوسرا خارجی اور فوری سبب!

میں نے عرض کیا تھا کہ اس کے دو سبب ہیں۔ ایک اصل' بنیادی' داخلی اور خود کردہ سبب ہے' جبکہ دوسرا خارجی اور فوری ہے' جو باہر سے آیا ہے اور یہ فوری سبب ہے۔ اس کے پیچھے اصل قوت یہود اور اسرائیل کی ہے' جو پاکستان کا خاتمہ چاہتے ہیں یا کم از کم یہ کہ اس کا ایٹمی اثاثہ ختم کر دیں' چاہے عسکری حملہ کر کے یا کسی اور ذریعے سے' تاکہ اس کے ایٹمی دانت توڑ کر اسے ہندوستان کے سامنے ڈال دیا جائے اور یہ اس کا تابع مہمل بن جائے۔ جان لیجیے اس وقت یہودیوں کو خطرہ صرف پاکستان سے ہے۔ میں بارہا بیان کر چکا ہوں کہ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد' جس میں اسرائیل کو بڑی فتح حاصل ہوئی تھی' یہودیوں نے پیرس میں ایک جشن منایا اور اس میں بن گوریان نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں کسی عرب ملک سے کوئی خطرہ نہیں ہے' ہمیں خطرہ ہے تو صرف پاکستان سے ہے۔ اور یہ بات ۱۹۶۷ء کی ہے جبکہ ابھی پاکستان ایٹمی طاقت نہیں تھا' اس کے باوجود انہیں پتہ تھا کہ یہاں کچھ ایسے جذبات ہیں جن کی بنا پر امکان موجود ہے کہ یہاں اسلام ایک سماجی' سیاسی اور معاشی نظام کی حیثیت سے سامنے آ جائے۔ اور بن گوریان ہی وہ شخص ہے جس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"The Golden Era of our diaspora was Muslim Spain."

کہ ہمارے عہد انتشار کا بہترین دَور (جس میں کہ ہمیں فلسطین سے نکال دیا گیا تھا) مسلم سپین کا دور تھا۔ سپین کی فتح میں یہودیوں نے طارق بن زیاد کی مدد کی تھی' اس لئے کہ عیسائی یہودیوں پر سخت ظلم ڈھاتے تھے۔ لہٰذا طارق بن زیاد اور بعد کے مسلمان حکمران یہودیوں کی بہت قدر کرتے تھے اور انہیں وہاں بڑا عروج حاصل ہوا۔ چنانچہ انہیں خوب اندازہ ہے کہ ان کے خلاف کہاں سے طاقت آئے گی۔ جان لیجئے کہ یہودی انبیاء کی پیشین گوئیوں کو خوب جانتے ہیں۔ حضور ﷺ کی احادیث میں جو پیشین گوئیاں ہیں انہیں ان سے بھی پوری آگاہی ہے۔ امریکہ میں ۱۱ر ستمبر کا واقعہ اسرائیل کی ''موساد'' نے ہی امریکہ میں بہت اعلیٰ مناصب پر فائز یہودیوں کے تعاون سے کرایا جو وہاں کی انتظامیہ کے اندر گھسے ہوئے ہیں' ورنہ یہ ناممکن تھا۔ امریکہ کے حکمرانوں میں سے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسامہ کے پاس کوئی ایسا ساز و سامان نہیں ہے کہ وہ ۱۱ر ستمبر والا واقعہ کر سکے۔ یہ بات اُس وقت میں نے بھی کہی تھی کہ ایسی مہم جوئی اسامہ کے لئے ممکن نہیں۔ اب تو اس پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں' لیکن وہ ان چیزوں کو منظر عام پر نہیں آنے دیتے۔ اس فیصلے کے اندر امریکی حکومت کے لوگ موساد کے ساتھ شامل تھے۔ جہاز نے جیسے ہی ٹیک آف کیا تھا ایک گیس چھوڑ دی گئی تھی جس سے پائلٹ اور مسافر سب ہلاک ہو گئے اور اس جہاز کے اندر ایک کمپیوٹرائزڈ پروگرام پہلے ہی رکھا جا چکا تھا کہ جیسے ہی پائلٹ ختم ہو وہ کمپیوٹر جہاز کا پورا نظام کنٹرول کرے گا اور اس میں سارا پروگرام کہ جہاز کو کہاں جانا ہے اور کہاں ٹکرانا ہے پہلے سے feed کر دیا گیا تھا۔ بہرحال یہ ۱۱ر ستمبر کا سانحہ یہودیوں کا کیا ہوا ہے' لیکن طاقتور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کا رخ فوراً ''القاعدہ'' کی طرف پھیر دیا گیا۔ اور میں نے تو ''القاعدہ'' کا لفظ پہلی بار صدر بش کی زبان سے ہی سنا تھا' ورنہ میرے علم میں نہیں تھا کہ یہ کون سی تنظیم ہے اور اس کا صغریٰ کبریٰ کیا ہے۔

جب ۱۱ر ستمبر کا حادثہ پیش آ گیا تو صدر مشرف ایک ہی ٹیلی فون پر بتاشے کی طرح بیٹھ گئے اور ''یوٹرن'' لے لیا۔ گویا ؏ ''دھمکی میں مر گیا' جو نہ بابِ نبرد تھا!'' اس

حادثے کے پانچ دن بعد ۱۶ ستمبر ۲۰۰۱ء کو انہوں نے علماء و مشائخ کا ایک اجلاس بلایا اور اس میں مجھے بھی دعوت دی گئی' حالانکہ میں نہ تو سکہ بند علماء میں سے ہوں اور نہ مشائخ میں سے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو میرے ذریعے سے کچھ کہلوانا تھا جس کی ایک شکل پیدا کر دی گئی۔ دراصل صدر صاحب نے ان لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے بلایا تھا جو رائے عامہ ہموار کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ صدر صاحب کی تقریر کے بعد سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ایک حق بات تو سب نے کہی کہ جناب ابھی تک اسامہ اور طالبان کے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں ہوا ہے اور ثبوتِ جرم کے بغیر سزا دینا عدل و انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے۔ لیکن اکثر حضرات نے یہ باتیں ذرا دبی زبان میں کہیں' جبکہ کچھ لوگوں نے تو بڑا چاپلوسانہ انداز اختیار کیا' جس سے مجھے غصہ آنا شروع ہو گیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا ''دیکھئے صدر صاحب! اگر آپ نے اِس وقت طالبان کے خلاف امریکہ کا آلہ کار بننا پسند کیا تو تین باتیں نوٹ کر لیجئے! اولاً یہ عدل و انصاف کے مسلّمہ اصولوں سے بغاوت ہو گی' اس لئے کہ ابھی کوئی جرم ثابت نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ کہ یہ غیرت اور حمیت کے خلاف ہو گا۔ ہم نے طالبان حکومت کی حمایت کی۔ پاکستان نے طالبان کو بے نظیر کے دورِ حکومت میں وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کے ذریعے سے سپانسر کیا اور خود امریکہ اسے سپانسر کرنے والوں میں شامل ہے' اور ہم نے طالبان حکومت کو تسلیم بھی کیا ہے اور اسلام آباد میں آج بھی اس کا سفارت خانہ موجود ہے' ان کے سفیر ملا ضعیف موجود ہیں۔ بس صرف ایک دھمکی پر آپ ان سے پیٹھ پھیر لیں یہ سراسر غیرت و حمیت کے منافی ہے۔ آخر غیرت بھی کسی شے کا نام ہے ۔

غیرت ہے عجب چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سرِ دارا!

لیکن ہمارا حال بحیثیت مجموعی یہ ہو گیا ہے کہ اب کوئی غیرت و حمیت باقی نہیں رہی۔ ع ''حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے''۔ اور تیسری بات میں نے یہ کہی کہ یہ اللہ

اور اس کے دین اسلام کے خلاف بغاوت ہوگی۔ اس لئے کہ ایک مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم کی مدد کرنا اسلام سے بغاوت ہے''۔

صدر صاحب نے اپنی تقریر میں تین مصلحتیں بیان کی تھیں کہ ''امریکہ کا ساتھ دینے سے (i) ہمارا کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا' امریکہ اسے حل کرا دے گا۔ (ii) ہمارا ایٹمی اثاثہ محفوظ رہے گا۔ (iii) ہم اس وقت کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوں گے''۔ میں نے کہا ''آپ کی یہ تینوں باتیں ٹھیک ہیں' لیکن یہ عارضی ہیں۔ بہت جلد آپ کی باری بھی آ کر رہے گی۔ اس لئے کہ ان تمام واقعات کے پیچھے اصل سازش اسرائیل کی ہے' امریکہ کی نہیں ہے اور اسرائیل کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ اسرائیلیوں کو توقع یہ تھی کہ امریکہ ایک دم افغانستان اور اس کے حمایتی پاکستان پر جھپٹے گا' لہٰذا آپ کی باری تو آ کر رہے گی' یہ نہ سمجھئے کہ آپ بچ جائیں گے''۔ اب مجھے قطعاً خوشی نہیں ہے کہ میری پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ مجھے افسوس ہے' لیکن مجھے بھی یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ وہ تمام مصلحتیں ایک ایک کر کے دامن چھڑاتی جا رہی ہیں۔

سب سے پہلے مسئلہ کشمیر کو لیجئے! اوّلاً یہ کہ بھارت کے مقابلے میں ہمیشہ سے ہمارا موقف یہ رہا ہے کہ پہلے کشمیر پر بات ہوگی پھر کسی اور مسئلے پر! اور یہ بات بہت عرصے سے چلی آ رہی ہے۔ لیکن اب ہم اس سطح پر آ گئے ہیں کہ باقی ساری باتیں ہو رہی ہیں مگر کشمیر کے مسئلہ پر بحث و مذاکرہ کہیں آس پاس بھی نہیں ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ بھی کہہ رہے ہیں یہ کوئی ایک دو دن یا دو چار مہینوں میں حل ہونے والا مسئلہ نہیں ہے۔ کشمیر پر بات کرنے سے قبل جو Full Normalization بھارت چاہتا تھا آج ہم نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

ثانیاً یہ کہ جس جہاد کو ہم چودہ سال سے سپانسر کر رہے تھے اور اسے جہاد فی سبیل اللہ قرار دے رہے تھے اس سے بھی ہم نے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس کا ردّعمل کشمیریوں میں یہ ہوا ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان نے ہم سے دھوکہ کیا ہے' اس نے ہم کو مروایا

ہے۔ میں جہاد کے نام پر کشمیر میں خفیہ مداخلت کا ہمیشہ سے مخالف تھا' اب میں بڑی تلخ بات کہہ رہا ہوں کہ پاکستان نے کشمیریوں سے ۱۹۶۵ء کا بدلہ لیا ہے۔ پاکستان نے ۱۹۶۵ء میں اپنے بہترین کمانڈوز کو اس توقع پر کشمیر میں داخل کر دیا تھا کہ کشمیری مسلمان مدد کریں گے' لیکن کشمیریوں نے کوئی حمایت نہیں کی اور وہ تقریباً سارے کے سارے شہید ہو گئے۔ اس کے برعکس یہ ہوا کہ بھارت پلٹ کر لاہور پر حملہ آور ہو گیا اور ہماری ساری کوشش ناکام ہو گئی۔ کشمیریوں کے جہادِ حریت میں اگرچہ پاکستان سے بھی بہت سوں نے وہاں جا کر جانیں دی ہیں' لیکن مصائب کا اصل پہاڑ تو کشمیریوں پر ٹوٹتا رہا ہے' عصمت دری تو ان کی عورتوں اور بیٹیوں کی ہوئی ہے' انہی کے گھروں کو مسمار کیا گیا ہے' انہی کی آبادیاں تھیں جو تھوک کے حساب سے جلا دی گئیں اور انہی کی دکانیں ختم ہوئی ہیں۔ میرے نزدیک پاکستان نے کشمیریوں سے گویا ۱۹۶۵ء کا بدلہ لیا ہے جبکہ انہوں نے پاکستان کی حمایت نہیں کی تھی۔

دوسرے یہ کہ اس وقت ایٹمی پروگرام کی بھی جو صورت بن چکی ہے نہایت مخدوش ہے۔ ہمارے خلاف بھرپور مقدمہ تیار ہو چکا ہے کہ دنیا میں جو بھی ایٹمی پھیلاؤ ہوا ہے پاکستان اس کا مرکز ہے۔ اور ہم نے اپنے ٹیلی ویژن پر اپنے سب سے بڑے ایٹمی سائنس دان سے اقرار کروا کر یہ الزام تسلیم بھی کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ ایران اور لیبیا نے بھی ہمارے خلاف چغلی کھائی ہے۔ تو اب ہمارے خلاف مقدمہ تیار ہے۔ اور ان کے پاس اس وقت سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ پاکستان میں اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ مولوی برسراقتدار آ جائیں۔ متحدہ مجلس عمل کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اور بڑی بڑی داڑھیوں اور پگڑیوں والے حضرات کی معتد بہ تعداد پاکستان کی پارلیمنٹ میں پہنچ چکی ہے' جبکہ اس سے پہلے صرف دو تین ہوا کرتے تھے' تو اس سے انہیں خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کسی مرحلے پر بھی حکومت غیر مستحکم ہو کر ان کے پاس جا سکتی ہے۔ مشرف کو مارنے کی دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ کوشش کی جا چکی ہے' لہٰذا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ یہ ایٹمی ہتھیار بنیاد پرستوں (ان کے بقول دہشت گردوں) کے ہاتھ نہ لگ

جائیں۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ اپنا ایٹمی پروگرام یا تو ہمارے حوالے کر دو یا ہمارا کنٹرول قبول کرو' تاکہ ہم کسی بھی وقت آ کر معائنہ کر سکیں کہ تم کوئی قابل اعتراض حرکت تو نہیں کر رہے ہو۔ اور اب یہ مطالبہ آئے گا کہ اس کو رول بیک کرو' کیپ کرو' ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہو گا جو افغانستان وعراق کا ہو چکا ہے۔

خود مشرف صاحب نے حالیہ علماء کنونشن میں کہا ہے کہ پاکستان پر حملہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان کی ایک بات کی میں ہمیشہ تعریف کرتا رہا ہوں کہ یہ صاف گو انسان ہیں منافق نہیں ہیں' جو اُن کے دل میں ہوتا ہے کھل کر کہہ دیتے ہیں' البتہ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں سے واقف نہیں ہیں' وہ پاکستان کی وجہ جواز کو نہیں جانتے' لیکن پاکستان سے مخلص ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ مستحکم رہے۔ اور اس اعتبار سے وہ صاف گو ہیں۔ لہٰذا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم پر حملہ ہو سکتا ہے' یہ نہ سمجھو کہ یہ کوئی بہت ہی بعید بات ہے۔ البتہ اب انہوں نے ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں جو یہ بات کہی ہے کہ ہم جان دے کر بھی ان کی حفاظت کریں گے' میں نے اس پر جمعۃ المبارک کے خطبے میں انہیں مبارک باد دی اور میں نے دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور پوری فوج کو استقامت عطا کرے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا معروضی حقائق بدل گئے ہیں؟ ہمارے دانشور اور کالم نویس یہ کہتے رہے ہیں کہ احمق لوگ ہیں جن کا موقف یہ ہے کہ ہمیں ڈٹ جانا چاہئے تھا جو زمینی حقائق سے واقف ہی نہیں ہیں۔ زمینی حقائق تو اب پہلے سے زیادہ خوفناک ہیں۔ یہ بھی مشرف صاحب کی ہمت ہے کہ اگرچہ خود ان کا مقصد پورا کر رہے ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے امریکی افواج کو پاکستانی علاقے میں آپریشن کرنے کی اجازت نہیں دی' حالانکہ ان پر شدید دباؤ ہے۔ ایک بڑا امریکی اہلکار تو کہہ کر بھی گیا ہے کہ مشرف ابھی نہیں مانتے' لیکن مسکرا کر کہا کہ ''مان جائیں گے''۔ اس مسکراہٹ میں یہ پیغام مضمر تھا کہ ہم نے ذوالفقار علی بھٹو کو دھمکی دی تھی اور پوری کر کے دکھا دی تھی' لیاقت علی خان نے ہمارے نظام کو چیلنج کرنا چاہا تھا تو اس کا انجام تم خوب جانتے ہو۔ شاہ فیصل شہید نے ہمارے خلاف تیل

کا ہتھیار استعمال کیا تھا' اُن کا حشر بھی تمہیں یاد ہے! تو ذرا ایک اور دھمکی دیں گے۔ ایک دھمکی میں اس نے پہلے بھی سرِ تسلیم خم کر دیا تھا تو دوسری دھمکی میں یہ بات بھی مان جائے گا۔ ع ''دھمکی میں مر گیا' جو نہ بابِ نبرد تھا!'' اللہ کرے ایسا نہ ہو' اللہ کرے کہ وہ ثابت قدم رہیں ---- لیکن کیا آپ امریکہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ زمینی حقائق کو دیکھئے تو کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی' ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔

نجات کی واحد راہ: توبہ!

البتہ نجات کی ایک راہ ابھی کھلی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ (الزخرف:٨٤)

''اللہ وہ ہے جو آسمان میں بھی الٰہ ہے (معبود ہے' حاکم ہے) اور زمین میں بھی الٰہ ہے۔''

ایسا نہیں کہ زمین کا خدا کوئی اور ہے اور آسمان کا خدا کوئی اور۔ لیکن اس وقت امریکہ دعوے دار ہے کہ زمین کا خدا میں ہوں۔ گویا یہ دنیا میں نائب دجال کی حیثیت میں آ گیا ہے۔ جیسے امام خمینی نے کہا تھا کہ امام مہدی تو جب آئیں گے آئیں گے' کوئی نائب مہدی بھی کھڑا ہو اور کام کرے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو نائب امام قرار دیا۔ تو یہ دجال کا نائب ہے جو پوری زمین پر قبضہ کرنے کے ارادے سے سامنے آ گیا ہے۔ لہٰذا چونکہ اللہ ہی آسمانوں کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی' تو اس کی مدد کو پکارو' وہ مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ غیر مرئی ذریعوں سے تمہاری مدد ہو گی' فرشتے تمہاری مدد کو آئیں گے' اللہ تعالیٰ معجزے دکھا کر بھی تمہیں بچائے گا' بشرطیکہ ثابت قدم رہو۔ لیکن اللہ کی امداد کے حصول کے لئے ایک لازمی شرط ہے اور اس کا نام ہے ''توبہ'' کہ پلٹو اللہ کی طرف! تم نے پاکستان کی منزل بھلا دی تھی' اسے دوبارہ یاد کرو۔ پاکستان کے مقصد کو پورا نہیں کیا تھا اب اس کا کم سے کم آغاز کر دو! مجھے اُمید ہے کہ محض آغاز پر بھی اللہ کی رحمت ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ

اسلام ایک دم نافذ کر دو' پوری شریعت ایک دم نافذ کر دو' میں بھی مانتا ہوں کہ یہ ایک دم ہونے والی بات نہیں ہے۔ لیکن ایک عزمِ صادق کے ساتھ آغاز تو کرو۔ اللہ تعالیٰ توبہ کو reciprocate کرتا ہے۔ یعنی اللہ اور بندے کے مابین توبہ کا معاملہ دوطرفہ ہوتا ہے۔ بندے بھی توّاب بھی ہوتے ہیں اللہ بھی توّاب ہے۔ بندے اس کی طرف پلٹتے ہیں تو اللہ بھی پلٹتا ہے۔ بندے اپنے گناہ اور عصیان کی وجہ سے اللہ سے رخ موڑ لیتے ہیں تو اللہ بھی ان کی جانب سے رُخ موڑ لیتا ہے۔ بندے اللہ کی طرف دوبارہ متوجہ ہو جائیں تو اللہ بھی اپنی رحمت کے ساتھ دوبارہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی شان کیا ہے؟ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے:

((اِنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا ' وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً)) (متفق علیه)

''میرا بندہ اگر میری طرف بالشت بھر آئے میں ہاتھ بھر آؤں گا' اگر وہ ہاتھ بھر آئے تو میں بازو بھر آؤں گا اور اگر وہ چل کر آئے تو میں دوڑ کر آؤں گا''۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوطرفہ معاملہ۔

حکومت کی سطح پر توبہ

اب حکومت کی سطح پر توبہ کا آغاز کیا ہے؟ پاکستان کے دستور میں قراردادِ مقاصد پہلے ایک دیباچے کی شکل میں تھی اور اب وہ دفعہ ۲۔الف کی حیثیت سے دستور کا حصہ بن چکی ہے۔ پھر ایک موقع پر دفعہ ۲۲۷ آئی تھی جس کے الفاظ ہیں:

"No Legislation will be done repugnant to the Quran and Sunnah"

یعنی ''پاکستان میں قرآن وسنت کے خلاف نہ کوئی قانون نافذ رہے گا نہ مزید بنے گا''۔

گویا existing قوانین بھی اگر خلافِ شریعت ہیں تو انہیں ختم کیا جائے گا اور مزید قانون سازی بھی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کی جائے گی —— لیکن ایک چور دروازہ ایسا کھلا ہوا ہے کہ دونوں آرٹیکل غیر مؤثر (defunct) ہیں۔ قراردادِ مقاصد

کو ہمارے جسٹس نسیم حسن شاہ صاحب نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ بھی باقی دفعات کی طرح دستور کی بس ایک دفعہ ہے' دستور کی باقی دفعات کے اوپر حاکم تو نہیں ہے۔ لہٰذا یا تو اس کے ساتھ اضافہ کیا جائے کہ:

Not withstanding anything against it.

یعنی قراردادِ مقاصد (دفعہ ۲۔الف) پورے دستور پر حاوی رہے گی۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا' بلکہ ایک مزید چور دروازہ فراہم کر دیا گیا کہ دفعہ ۲۲۷ کو اسلامی نظریاتی کونسل کے ساتھ نتھی کر دیا کہ وہ جن قوانین کو خلافِ شریعت سمجھے گی اُن پر مسلسل غور کرتی رہے گی اور مسلسل رپورٹیں پیش کرتی رہے گی۔ لیکن اس سے آگے کچھ صراحت نہیں کہ ان رپورٹوں کا حشر کیا ہوگا۔ اس کونسل پر مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے' کیونکہ پاکستانی خزانہ مسلمانوں کا ہی ہے۔ اس کونسل نے جتنی سفارشات بھی پیش کیں ان میں سے آج تک ایک کی بھی تنفیذ (implementation) نہیں کی گئی' ان سفارشات اور رپورٹوں کے مسودات سے وزارتِ قانون' وزارتِ داخلہ' وزارتِ مذہبی امور اور وزارتِ مالیات کی الماریاں بھری پڑی ہیں۔ تو پہلا کام یہ ہو جانا چاہئے کہ دستور میں موجود اس چور دروازے کو بند کر دیا جائے' تاکہ اصلاح کا مرحلہ شروع ہو جائے۔

ضیاء الحق صاحب نے فیڈرل شریعت کورٹ کے نام سے ایک بہترین ادارہ قائم کیا تھا کہ کسی قانون کے خلافِ شریعت ہونے کے بارے میں عدالت فیصلہ کرے گی۔ اس صورت میں ہر شخص عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے کہ فلاں قانون اسلام کے خلاف ہے' اسے ختم کرو۔ اب اگر شریعت کورٹ اسے کتاب وسنت کے منافی قرار دے دیتی ہے تو اسے اختیار ہوگا کہ وہ اسے ختم کر دے۔ البتہ اگر وہ قانون مرکزی حکومت سے متعلق ہوگا تو اسے مہلت دے گی کہ اتنے مہینوں کے اندر اندر اس قانون کا کوئی بدل بنالو ورنہ فلاں تاریخ سے یہ دفعہ ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر وہ معاملہ صوبائی حکومت سے متعلق ہوگا تو یہ نوٹس صوبائی حکومت کو چلا جائے گا اور مہلتِ مدت

گزرنے کے بعد وہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ لیکن ضیاء الحق صاحب نے ساتھ ہی شریعت کورٹ کو دو ہتھکڑیاں بھی پہنا دیں اور دو بیڑیاں بھی ڈال دیں‘ کہ دستورِ پاکستان اُس کے دائرے سے خارج ہے‘ عائلی قوانین اُس کے دائرہ کار سے خارج ہیں‘ کریمینل اور سول کوڈ بھی اُس کے دائرے سے خارج ہیں اور مالی معاملات بھی دس سال کے لئے اُس کے دائرے سے خارج ہیں۔ دس سال کی مدت چونکہ ٹائم بم کی طرح تھی لہٰذا وہ پھٹ گئی اور ہماری شرعی عدالت نے بینک انٹرسٹ کو ''ربا'' قرار دے کر حرام قرار دے دیا۔ لیکن دس سال کے بعد اس کا جو حشر ہوا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ کم سے کم ۱۵ سال کی مشقت اور محنت کو ایک فیصلے نے صفر کر دیا۔ وفاقی شرعی عدالت کے ایک جج تقی عثمانی صاحب کو بھی نکال کر باہر پھینک دیا گیا کہ شریعت کے معاملے میں یہ ایک روڑا ہے جو چبایا نہیں جا سکے گا۔ اس کے بعد دو جج اور لائے گئے لیکن گمانِ غالب ہے کہ ان سے پہلے ہی وعدہ لے لیا گیا کہ تم بینک انٹرسٹ کو سود نہیں کہو گے‘ تب ان سے حلف اٹھوایا گیا (واللہ اعلم!)۔ تو پہلے نمبر پر یہ ضروری ہے کہ دفعہ ۲۲۷ کو قراردادِ مقاصد کے ساتھ نتھی کر دیا جائے‘ یعنی ۲۔اے کے بعد ۲۔بی کر دیا جائے‘ تاکہ معلوم ہو کہ قراردادِ مقاصد میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اس کی تنفیذ کا ذریعہ ہے۔ اور اسلامی نظریاتی کونسل (Council of Islamic Idealogy) کو چاہے ختم کر دیا جائے چاہے اسے اپنے لئے سفارشات حاصل کرنے کے لئے باقی رکھا جائے‘ لیکن فیڈرل شریعت کورٹ کی یہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دی جائیں۔ اس لئے کہ اسلام مکمل نظامِ حیات ہے‘ اس کے حصے بخرے نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم میں اس طرزِ عمل پر شدید وعید وارد ہوئی ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ﴾ (البقرۃ:۸۵)

''کیا تم کتاب (اور سنت) کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو رد کرتے ہو؟ تو

تم میں سے جو کوئی بھی یہ حرکت کرے گا اس کی سزا کچھ نہیں ہے سوائے اس کے
کہ دنیا کی زندگی میں وہ رسوا کر دیئے جائیں اور آخرت میں انہیں شدید ترین
عذاب میں جھونک دیا جائے''۔

کیونکہ اس طرح تو وہ منافق ہوئے! شریعت کے ایک حصے کو ماننا اور ایک کو نہ ماننا منافقت ہے اور منافقین کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء:١٤٥)

''یقیناً منافقین آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔''

مزید برآں شریعت کورٹ کے ججوں کا سٹیٹس ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے برابر رکھا جائے۔ کسی جج کو معطل نہیں کیا جا سکتا' چاہے ہائی کورٹ کا جج ہو یا سپریم کورٹ کا' ایک دفعہ کوئی جج بن گیا ہے تو چاہے وہ حکامِ بالا کی پسند کے خلاف فیصلہ دے دے اسے نکالا نہیں جا سکتا' اس سے تقی عثمانی جیسا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس کے فیصلوں کے ضمن میں ریویو کی گنجائش کشادہ رکھی جائے' پھر شریعت کورٹ کے ججوں کی تنخواہیں اور مراعات بھی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے برابر کر دی جائیں۔ یہ کام اگر ہو جائے تو یوں سمجھئے حکومتی اور ریاستی سطح پر ''توبہ'' کا آغاز ہو جائے گا۔ ہم نے نواز شریف کے زمانے میں سود کے خلاف ایک مہم چلائی تھی۔ میاں محمد شریف' نواز شریف' شہباز شریف اور عباس شریف چاروں ''شرفاء'' دو مرتبہ میرے پاس تشریف لائے اور پکا قول و قرار کر کے گئے کہ ہم سود کو ختم کریں گے۔ میاں شریف صاحب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ چھ مہینے کے اندر اندر سود کو ختم کرو۔ اگرچہ میں نے کہا تھا کہ ایک سال کی مہلت بھی ٹھیک ہے' لیکن انہوں نے کہا نہیں' ہمیں صرف چھ مہینے میں اسے ختم کرنا ہے۔ لیکن ختم کیا کرنا تھا' اس مسئلے کا تو بیڑا ہی غرق کروا دیا۔ اب ہم دوبارہ تنظیم کی سطح پر یہ مہم چلانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ سب لوگ ہمارا ساتھ دیں۔ اسمبلی کے ممبران اور صدر کو خطوط لکھیے اور ان کے ہاں خطوط کا ایک انبار لگ جائے کہ یہ یہ کام کیجئے۔ ہم اس خط کو چھپوا بھی لیں گے۔ دستور میں مذکورہ دفعات میں چند لفظوں کی تبدیلی سے شریعت میں موجود چور دروازہ ختم ہو جائے گا۔

عوام کی سطح پر توبہ

دوسری توبہ عوام کی سطح پر ہے۔عوام انفرادی سطح پر توبہ کریں' حرام سے اجتناب اور حلال پر اکتفا کا فیصلہ کریں' فرائض کی ادائیگی کا فیصلہ کریں' بے حیائی' بے شرمی' فحاشی' عریانی سے بچیں اور اس مغربی تہذیب کو مکمل طور پر چھوڑ دیں۔مولانا ظفر علی خان کا بڑا پیارا شعر ہے۔

تہذیب نو کے مُنہ پہ وہ تھپڑ رسید کر
جو اِس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے!

آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو یہ سب کرنے کو تیار ہوں؟ کتنے لوگ ہیں جو اپنے ہاں شرعی پردہ نافذ کریں؟ کتنے لوگ ہیں جو اپنی آمدنی کے اندر سے سود کو نکال باہر کریں؟— لیکن یہ سب کرنا ہوگا۔یہ انفرادی توبہ کریں گے تو اللہ سے دعا کرنے کا مُنہ بھی ہوگا کہ اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں' اے اللہ! اس توبہ کو قبول فرما! اے اللہ! میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں مہلت دے۔میرے نزدیک ہمارے پاس اس وقت زیادہ سے زیادہ دو یا اڑھائی سال کی مہلت ہے' فیصلے کی آخری گھڑی آ چکی ہے' درخت کی جڑ پر کلہاڑا رکھا جا چکا ہے۔ہمارے خاتمے کی اُلٹی گنتی شروع کی جا چکی ہے۔لیکن ابھی ایک راستہ کھلا ہے' ابھی مہلت ہے' لیکن یہ مہلت توبہ کے بغیر سودمند نہیں ہوگی۔مزید یہ کہ اس ملک کے عوام اپنے آپ کو اقتصادی پابندیوں (Sanctions) کے لئے تیار کریں۔مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امریکہ پاکستان پر براہِ راست حملہ کرنے کی جرأت کرے۔اس لئے کہ امریکہ کی تو فوج خود ہی حکومت کو جواب دے چکی ہے کہ ہمارا معاملہ بہت زیادہ out-stretched ہوگیا ہے اور اب ہم فوری طور پر کسی اور ملک میں فوجی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔امریکہ کو جو اپنے اوپر زعم تھا کہ "We can do it alone" وہ سب خاک میں مل گیا ہے۔اب امریکہ دوسرے ملکوں سے ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا ہے کہ خدا کے لئے ہمارا ساتھ دو! تم افغانستان میں ہماری

مدد کو آ گئے تھے تو اَب عراق میں بھی آ جاؤ۔ اب وہ گویا اپنا تھوکا ہوا چاٹ رہا ہے۔ لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری ایٹمی صلاحیت کو نقصان پہنچائے' اور مشرف نے بھی یہ کہا ہے' کیونکہ اب ان کے علم میں آ چکا ہے کہ یہ ایٹمی ٹیکنالوجی کہاں ہے' ہم جانتے ہوں نہ جانتے ہوں وہ جانتے ہیں۔ تو اگر کچھ میزائل صحیح نشانے پر پڑ گئے تو سب ختم ہو جائے گا ۔تقریباً تیس سال پہلے عراق کے ایٹمی پلانٹ کو اسرائیلی جہازوں نے بمباری کر کے تہس نہس کر دیا تھا۔ اس کی پشت پر اُس وقت سعودی عرب بھی تھا۔ چنانچہ اسرائیلی جہازوں کو مزید پٹرول سعودی عرب کی فضا میں فراہم کیا گیا تھا۔ بہرحال امریکہ اور اقوام متحدہ ہم پر پابندیاں لگائیں گے۔ سختی آئے گی' غربت آئے گی اور فاقے بھی آ سکتے ہیں' لیکن کوئی قوم اِن سختیوں سے گزر کر ہی دنیا میں سر اونچا کر کے رہ سکتی ہے' ورنہ ہمیں بھارت کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

بھارت کی جانب سے محبت کی پینگیں!

اس ضمن میں خاص طور پر ایک نکتہ اور جان لیجئے کہ بھارت کی طرف سے پچھلے دو تین سالوں سے جو باتیں سننے کو مل رہی ہیں اس سے قبل کے پچاس سالوں میں وہ باتیں کبھی سننے میں نہیں آئیں۔ کیا کبھی کسی نے کہا تھا کہ یہ لکیر (باؤنڈری) اٹھا دینی چاہئے؟ یا کسی نے کہا تھا کہ کنفیڈریشن بن جانی چاہئے؟ لیکن اب ان کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان اب بین الاقوامی حالات کے شکنجے میں آ چکا ہے' پاکستان کے خاتمے کا امکان موجود ہے۔ لہٰذا ان کا اب آخری ہتھیار آ رہا ہے کہ دشمن کو گڑ دے کر مارو۔ اب وہ محبت کے راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم تو ایک تھے' ہمیں تو انگریزوں نے لڑوایا تھا' لہٰذا ہمیں پھر سے ایک ہو جانا چاہئے۔ مشرقی پنجاب کا سکھ وزیر اعلیٰ یہاں آ کر یہ کہہ گیا ہے کہ پاکستانی پنجاب کو بھارتی پنجاب سے مل جانا چاہئے' ہماری بولی ایک ہی ہے' صرف رسم الخط کا فرق ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ پاکستان اس پنجاب سے دستبردار ہو جائے اور اسے اپنے ملک سے کاٹ کر اور مشرقی

پنجاب سے جوڑ کر ایک ملک بنا دے۔ سوچئے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ سونیا گاندھی نے صاف کہا تھا ہم پاکستان کو تمدنی اور ثقافتی لحاظ سے تو فتح کر ہی چکے ہیں۔ کراچی میں ویڈیوز کی دکانیں جا کر دیکھ لو وہ انڈین فلموں کی ویڈیوز سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ ان کی ثقافتی فتح ہے۔ اب صحافیوں کے طائفے آ رہے ہیں' پارلیمنٹ کے ممبران کے طائفے اور وفود آ رہے ہیں' دانشور چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب محبت کا راگ الاپتے ہوئے آ رہے ہیں۔

ہم مانتے ہیں محبت بڑی اچھی چیز ہے اور محبت کا جواب محبت سے دیا جانا چاہئے' لیکن بحالاتِ موجودہ یہ محبت ہمارے لئے خودکشی کا ذریعہ ہے۔ ہماری مثبت بنیاد اور وجہ جواز تو پہلے ختم ہو چکی ہے' ایک دوسری منفی بنیاد ہندو کا خوف تھی' اگر وہ بھی ختم ہو جائے تو پھر پاکستان کی بقا کے لئے تو کوئی بنیاد بھی باقی نہیں رہے گی! اسے تو پھر بھارت کھینچ کر لے جائے گا۔ بھارت بہت بڑا ملک ہے' اس کے وسائل بہت زیادہ ہیں' اگرچہ اس کے مسائل بھی ہم سے دس گنا زیادہ ہیں' لیکن اس نے ایک ایسا دستوری نظام بنایا ہوا ہے کہ وہاں آج تک مارشل لاء نہیں لگا۔ ایک سال کے لئے ایمرجنسی لگی تھی اور وہ بھی دستور کے اندر تھی۔ ہندوستان میں آج تک کوئی ایک قدم بھی بالائے دستور نہیں اٹھایا گیا۔ تو اُس کا دستوری نظام بہت مستحکم ہے۔ انہوں نے پہلے دن سے ہی جاگیرداری ختم کر دی تھی' چنانچہ وہاں کی سیاست عوام کے ہاتھ میں ہے' وہاں کوئی جاگیردار نہیں ہے۔ انہوں نے ریاستیں ختم کیں اور جاگیردار ختم کئے۔ اب وہاں عوام کی طاقت ہے۔ اس حوالے سے اس وقت پاکستان کے لئے ہندوستان کی محبت کے نغمے ''kiss of death'' یا ''embrace of death'' کے مترادف ہیں۔

ہندوؤں کے بارے میں مشہور ہے (معلوم نہیں وہ مائیتھالوجی ہے یا حقیقت) کہ وہ یہودیوں کی طرح اپنے دشمن کو زیر کرنے کے لئے خوبصورت عورتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن ان کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت دوشیزاؤں کو سنکھیا دیتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے اس کی مقدار کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں جس سے ان کے اندر

مزاحمت کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زہر اُن کے لئے مہلک نہیں رہتا' لیکن اس طرح اُن کا خون زہر کا بہتا ہوا دریا بن جاتا ہے۔ تو جو بھی اُن دوشیزاؤں سے اختلاط کرتا ہے زہر اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ ان دوشیزاؤں کو وہ ''وِش کنیائیں'' کہتے ہیں' یعنی زہریلی دوشیزائیں۔ یہودی بھی مسلمان نوجوانوں کو خوبصورت جوان لڑکیاں پیش کر کے انہیں اُن کے دامِ محبت میں گرفتار کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے سے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔ شاہ فیصل کو شہید کرنے والا ان کا اپنا بھتیجا تھا جو ایک یہودی لڑکی کے دامِ محبت میں گرفتار تھا اور وہ یہودی لڑکی اس کے سر پر سوار تھی۔ میں نے اس کا فوٹو دیکھا ہے کہ وہ لڑکی اس کے کندھے پر سوار ہے۔ چنانچہ اس وقت بھارت کی محبت کا معاملہ پاکستان کے حق میں انتہائی خطرناک ہے۔ ہاں' اگر ہم نے یہاں اسلام نافذ کیا ہوتا تو محبت کے علمبردار سب سے بڑھ کر ہم ہوتے اور ہم ایک پیغامِ ہدایت لے کر ان کے پاس جاتے۔ اور سلامتی و اسلام کا پیغام لے کر جانے والے مخلص ہونے چاہئیں' لوگوں کے ہمدرد اور اُن سے محبت کرنے والے ہونے چاہئیں کہ وہ ہم سے نفرت کریں اور ہم محبت کریں' وہ پتھر ماریں اور ہم پھول پیش کریں۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ کا یہی رویہ تھا۔ اگر ہم نے پاکستان کی تعمیر اُس کی نظریاتی بنیادوں پر کی ہوتی تو محبت کے پیغام بر بن کر ہم جاتے' لیکن اب' جبکہ ہماری کوئی بنیاد ہی نہیں ہے' تو وہ محبت تو ہمیں کھینچ کر لے جائے گی۔

بہرحال جیسا کہ میں نے عرض کیا' توبہ کے ذریعے سے نجات کی راہ کھلی ہے۔ لہٰذا حکومت کی سطح پر توبہ کا آغاز ہو جائے اور انفرادی سطح پر توبہ کی جائے اور اللہ کی رحمت کو پکارا جائے۔ اگر یہ ہو جائے تو ہمیں بھی مہلت مل جائے گی جیسے قومِ یونس ؑ کو عذابِ استیصال کے بادل چھا جانے کے باوجود مہلت دے دی گئی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا معاملہ انبیاء اور رُسل کی تاریخ میں ایک استثناء ہے۔ سورۂ یونس کی آیت ۹۸ میں فرمایا گیا: ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا﴾ ''کیوں نہ ہوئی کوئی ایسی بستی جو ایمان لے آتی تو اسے اس کا ایمان نفع دیتا؟'' مراد یہ ہے کہ جب

اللہ کے عذاب کے آثار شروع ہو جائیں تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے‘ پھر توبہ کام نہیں آتی‘ بلکہ عذابِ الٰہی آ کر رہتا ہے۔ آگے فرمایا: ﴿اِلَّا قَوۡمَ یُوۡنُسَ ؕ﴾ ’’سوائے قوم یونس کے‘‘۔ یہ مہلت قومِ نوح‘ قومِ لوط‘ قومِ صالح وغیرہم کو نہیں ملی‘ صرف قومِ یونسؑ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے کفر اور عناد سے مشتعل ہو کر قبل از وقت قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے‘ جبکہ ابھی اللہ کی اجازت نہیں آئی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد جب عذابِ الٰہی کے آثار شروع ہوئے تو قوم سمجھ گئی کہ یونسؑ جو کہتے تھے ٹھیک کہتے تھے۔ لہٰذا وہ اپنی آبادی سے نکل کر جنگل میں جمع ہو گئے اور چیخ چیخ کر اللہ سے توبہ کی کہ اے اللہ! ہم تیرے نبی یونسؑ کے راستے پر واپس پلٹ آئے ہیں‘ ہمیں ایک مہلت دے دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ﴿لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا کَشَفۡنَا عَنۡہُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡیِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ مَتَّعۡنٰہُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۹۸﴾﴾ ’’جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کے اندر عذابِ رسوائی کو اُن سے دُور کر دیا اور انہیں ایک مہلتِ مزید عطا کر دی‘‘۔ دیکھئے یہ واقعہ کیوں ہوا تھا؟ اسے جان لیجئے! رسول اور قوم کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ رسول اپنی قوم کو اللہ کی اجازت کے بغیر چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام سے یہ خطا ہو گئی کہ وہ اپنی قوم کو اُن کی ناہنجاری کی وجہ سے غصے میں آ کر چھوڑ کر چلے گئے۔ لہٰذا یہ debit اس قوم کے حق میں credit ہو گیا۔ جیسے جدید اکاؤنٹنگ کا ایک اصول ہے:

"For every credit entry there should be a corresponding debit entry."

تو وہ چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا debit تھا اس لئے ان کو سزا ملی کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ وہاں انہوں نے دعا کی کہ: ﴿لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۷﴾﴾ ’’(اے اللہ!) نہیں کوئی معبود سوائے تیرے‘ تو پاک ہے‘ یقیناً میں ہی ظالموں میں سے ہوں‘‘۔ پھر اللہ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور انہیں صحت دی اور دوبارہ اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ تو ان کا ڈیبٹ قوم کے حق میں کریڈٹ ہو گیا کہ عذاب کے آثار شروع ہونے کے بعد بھی اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ مجھے یہ امید

ہے کہ اگر پاکستانی اب بھی تمام شرائط کے مطابق توبہ کریں تو عذابِ الٰہی ٹل سکتا ہے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اپنی اصل منزل کی طرف گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے جس کے لئے پاکستان قائم کیا گیا تھا اور اس مقصد کی طرف پیش قدمی کا عزم عطا فرمائے جو علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے بیان کیا تھا اور جس کے لئے مسلم عوام اور مسلمانوں کے علماء ومشائخ نے ساتھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ بھولا ہوا سبق یاد دلائے اور اس کی طرف پیش قدمی کی مہلت اور ہمت دے! اس ضمن میں سورۃ آل عمران کی آیت ذہن میں رکھئے: ﴿اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ﴾ ''(دیکھو مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا''۔ میں پھر کہہ رہا ہوں کہ امریکہ کیا امریکہ کا باپ بھی غالب نہیں آ سکتا۔ لیکن آگے فرمایا: ﴿وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ﴾ ''لیکن اگر اللہ ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اُن کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا؟''

پھر اگر اللہ کے فضل وکرم سے حکومتی اور عوامی دونوں سطحوں پر ''توبہ'' کا یہ عمل خلوصِ قلب کے ساتھ شروع ہو جائے تو امید واثق ہے کہ مشیتِ ایزدی اور حکمتِ خداوندی میں جو رول عالمی غلبۂ دین کے سلسلے میں تفویض کیا گیا تھا اس کی جانب پیش قدمی شروع ہو جائے گی۔ پاکستان میں نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گا جس میں لامحالہ افغانستان بھی شامل ہو جائے گا' اس لئے کہ افغانوں کے بارے میں جو حکم ابلیس نے اپنے کارندوں کو دیا تھا —— یعنی: ؎ ''افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج —— ملا کو اُن کے کوہ ودمن سے نکال دو!'' اس پر عمل نہ آسمان سے برسنے والے ڈیزی کٹر بموں سے ہو سکا ہے نہ زمینی تاخت وتاراج سے!

پھر جب ایک جانب ہم بھارت کی جانب اسلام کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظامِ عدل وقسط کے ذریعے' اور خلوص ومحبت کے جذبات کے ساتھ بڑھیں گے تو ایک جانب' اِن شاء اللہ العزیز' شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی پیشین گوئی کے مطابق ہندوستان کے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی اکثریت اسلام قبول کر لے گی۔ اور دوسری جانب جب

سرزمین عرب میں حضرت مہدی سلام علیہ کا ظہور ہو گا تو ہماری فوجیں اُن کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے جائیں گی بقول علامہ اقبالؔ ؎

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادیٔ دور و دراز آید بروں

یعنی جب وقت کے مجدّد کا ظہور دشتِ حجاز میں ہو گا تو امدادی قافلہ (یعنی فوجیں) اس دُور دراز کی وادی یعنی وادیٔ سندھ سے جائیں گی (واضح رہے کہ وادیٔ سندھ میں موجودہ پورے پاکستان پر مستزاد کوہِ ہندوکش کی مشرقی ڈھلوانوں تک کا پورا علاقہ شامل ہے' اس لئے کہ وہاں کے سارے دریا بھی دریائے سندھ ہی میں شامل ہوتے ہیں!) ـــــ اور جب حق و باطل کے آخری معرکے یعنی مسیح الدجال کی قیادت میں یہودی کھلی جنگ کے لئے عالم اسلام پر حملہ آور ہوں گے اور مسلمانوں پر اللہ کی رحمت کے مظہر اور اُن کے مددگار حضرت مسیح ابن مریمؑ نازل ہوں گے تب بھی خراسان کے علاقے سے فوجیں جائیں گی جو اُن کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں گی اور حضرت مسیحؑ بنفس نفیس دجّال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسائیت اسلام میں مدغم ہو جائے گی اور یہودیوں کی ایک قدرِ قلیل تعداد کے علاوہ جو حضرت مسیحؑ پر ایمان لے آئیں' باقی ان کی عظیم اکثریت قوم نوحؑ' قومِ ہودؑ' قومِ صالحؑ وغیرہ کے مانند ہلاک کر دی جائے گی ـــــ اور یہودیوں کا عارضی عظیم تر اسرائیل ان کے مستقل عظیم تر قبرستان کی شکل اختیار کر لے گا ـــــ اور پھر نبی اکرم ﷺ کی پیشینگوئیوں کے مطابق نظامِ خلافت علیٰ منہاج نبوت پورے عالم ارضی پر قائم ہو جائے گا ـــــ

لیکن اگر پاکستان میں حکومتی اور عوامی دونوں سطحوں پر ''توبہ'' کے تقاضے پورے نہ ہوئے تو یہ بارگاہِ الٰہی سے مخذول اور مردود ہو جائے گا ـــــ اور اللہ وہی کرامات جو پاکستان کو عطا کی گئی تھیں' کسی اور ملک یا قوم کو عطا کر کے ان کے ذریعے اپنا اوپر بیان کردہ ایجنڈا مکمل کروا لے گا ـــــ گویا جو پیشگی وارننگ اہل عرب کو سورۂ محمد ﷺ میں دی گئی تھی یعنی: ''اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ'' ـــــ ''اگر تم ہمارے عائد کردہ

فرائض سے روگردانی کرو گے تو اللہ تمہیں ہٹا کر کسی اور قوم کو لے آئے گا‘‘ —— اور پاکستان یا حصے بخرے ہو کر رہ جائے گا —— یا بھارت کے سامنے الفاظِ قرآنی: ’’یُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ‘‘(التوبۃ:۲۹) کا مصداق بن جائے گا۔ اعاذنا اللّٰہ من ذالك!

میرا اوڑھنا بچھونا قرآن ہے۔ میری سوچ‘ میرے تجزیوں اور مستقبل کے جائزوں کی بنیاد صرف کتاب اللہ اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری مساعی کو بھی شرفِ قبول عطا فرمائے اور ہماری حکومت اور عوام کو بھی خالص توبہ (توبۃُ النَّصُوح) کی توفیق عطا فرمائے! آمین یا ربّ العٰلمین!

بارك اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایا کم بالآیات والذکر الحکیم

موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں
اُمتِ مسلمہ اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
کی ایک فکر انگیز تالیف:

سابقہ اور موجودہ
مسلمان اُمتوں کا ماضی حال اور مستقبل
اور
مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

﴿اہم مباحث﴾

- ہیں آج کیوں ذلیل؟ ■ قرآن کا قانونِ عذاب
- سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتیں اور سابقہ اُمت کی دو ہزار سالہ تاریخ کے چار ادوار
- موجودہ اُمتِ مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کے چار ادوار
- بیسویں صدی عیسوی ـــــ سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتیں
- ابراہیمی مذاہب کا ''ثالث ثلاثہ'' ■ ''آنے والے دور'' کی ایک واضح تصویر
- اسلام کا عالمی غلبہ یا عالمی نظام خلافت ■ پندرہویں صدی ہجری: توقعات اور اندیشے
- ملتِ اسلامیہ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری ■ پاکستان کا مستقبل
- ہماری نجات کا واحد ذریعہ: اجتماعی توبہ

☆ سفید کاغذ ☆ صفحات: 176 ☆ قیمت: /48 روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 03-5869501، فیکس: 5834000

کچھ گوَر کی تصویر کے بارے میں

یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ کے عیسائیوں کی عظیم اکثریت پروٹسٹنٹس پر مشتمل ہے اور ان میں کچھ عرصے سے سب سے زیادہ فعال اور بائبل کی نشر و اشاعت اور تشریح و توضیح کرنے والے Evengelists کہلاتے ہیں، جن کے بعض شعلہ بیان مقررین نے اپنے ریڈیو اور ٹی وی کے ذاتی چینلز کا وسیع جال پھیلایا ہوا ہے۔ ان کا ایک ماہنامہ رسالہ فلاڈلفیا سے نکلتا ہے جس کا نام ہے ''The Philadelpha Trumpet''۔ جس ادارے سے یہ شائع ہوتا ہے اس کے بانی کا نام تو ہربرٹ آرم سٹرونگ تھا، لیکن اب رسالے کے مدیر مسٹر جیری فلیشر ہیں۔ گوَر کی تصویر اِس رسالے کی اشاعت بابت اگست ۲۰۰۱ء سے لی گئی ہے۔ یہ یہودیوں سے بڑھ کر اسرائیل کے حمایتی اور معاون ہیں۔ اس لئے کہ ان کا ایجنڈا اور صیہونیوں کا ایجنڈا ایک ہی ہے۔ ان دونوں کے نزدیک عظیم جنگ Armageddon جلد از جلد واقع ہو جانی چاہئے، جس کے نتیجے میں عظیم تر اسرائیل قائم ہو جائے گا، پھر تیسرے معبد سلیمانیؑ (Third Temple) کی تعمیر ہو سکے گی، اور اس میں حضرت داوٗد علیہ السلام کا تخت لا کر رکھا جائے گا —— اس سے آگے اختلاف ہے۔ یہودیوں کے نزدیک اس تخت پر اُن کا موعود منتظر ''مسیحا'' براجمان ہو کر پوری دنیا پر حکومت کرے گا اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ ابن مریم سلام علیہما آسمان سے نازل ہو کر اِس تخت پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکومت کریں گے!

پراٹسٹنٹ فرقے کو رومن کیتھولک فرقے سے شدید عناد ہے۔ چنانچہ وہ پوپ کو برملا ''شیطان'' کہتے ہیں۔ ان کا الزام رومن کیتھولک عیسائیوں پر یہ ہے کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع سماوی کے بعد پہلے ملینیم کے آغاز میں پوپ اربن ثانی نے عظیم کروسیڈ جنگ کا میدان گرم کیا تھا جس کے نتیجے میں ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء تک یروشلم پر عیسائیوں کا قبضہ رہا تھا، اسی طرح اب دوسرے ملینیم کے آغاز میں پوپ جان پال ثانی آخری کروسیڈ (The Last Crusade) کے لئے پورے یورپ کو اکٹھا کر کے ''ہولی رومن امپائر'' کی تجدید کرنا چاہتا ہے تاکہ پورا عالم عیسائیت فلسطین اور اسرائیل کو فتح کر کے وہاں رومن کیتھولک ریاست قائم کر دے —— اس پس منظر میں نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی تصویر سامنے آتی ہے جس کے مطابق ''رومی'' مسلمانوں پر ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ حملہ آور ہوں گے جس میں اسّی علَم ہوں گے اور ہر علَم کے تحت بارہ ہزار فوجی ہوں گے ——!

تصویر میں شمالی جانب جو گنبد ہے وہ قبۃ الصخرہ (Dome of the Rock) ہے جو اِس چٹان پر اموی حکمران عبدالملک بن مروان نے بنوایا تھا جس سے معراج شریف میں نبی اکرم ﷺ کا آسمانی سفر شروع ہوا تھا۔ اور جنوب کی جانب کا گنبد مسجد اقصیٰ کا ہے، اور یہودی ان دونوں کو منہدم کر کے اپنا Third Temple بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس پر جو عظیم خونریزی ہوگی اس کے ہلکے سے تصور سے بھی انسان کانپ جاتا ہے۔